مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

ڈاکٹر عبداللہ بن ابراہیم بن علی الطریقی

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : مسلمانوں کے درمیان اتحاد و حدت اور تہذیبی چیلنجز
کے مقابلہ میں اس کا اثر

صفحات : ۷۱

سن طباعت : جنوری ۲۰۱۲

قیمت : ۵۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر:۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981327

ای میل: ifapublication@gmail.com

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی
۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
۵- مولانا عتیق احمد بستوی
۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

مختصر تعارف مصنف

نام: عبداللہ بن ابراہیم بن علی الطریقی

پیدائش: ۱۳۷۰ھ

مقام: شہر زلفی، سعودیہ

تعلیم: بی اے (امام محمد بن سعود یونیورسٹی)

ایم اے //

پی ایچ ڈی //

پیشہ: استاذ (کلیۃ الشریعۃ سعود یونیورسٹی)

عہدہ: وکیل کلیۃ الشریعۃ، عمید کلیۃ الشریعۃ

تصنیفات: بیس سے زائد علمی اور فقہی کتابیں جن میں سے اہم مقالات میں تہذیب کی تعمیر اور علماء شریعت، اہل حل وعقد، سعودیہ کا سیاسی نظام، مخالف کے ساتھ برتاؤ کی فقہ اور غیر مسلموں کے احتساب کی فقہ قابل ذکر ہے۔

چالیس سے زائد سے زائد علمی مقالات جن میں اہم معاصر سلفی مکاتب فکر اور جزیرۃ العرب کی خصوصیات ہیں۔

بین الاقوامی سیمیناروں میں شرکت: ۳۵ بین الاقوامی سیمیناروں میں شرکت ہوئی۔

اعزازی وتوصیفی اسناد: ۲۰ سے زائد اعزازی وتوصیفی اسناد حاصل کیا۔

فہرست

مسلمانوں کے درمیان اتحاد وحدت اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اس کا اثر	۱۱
پہلا باب: مسلمانوں کے درمیان اتحادووحدت	۱۵
۱-مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد	۱۷
وحدت امت کا مفہوم اور اس کی حقیقت	۱۷
۱-فکر اور اعتقاد	۱۸
۲-معاشرہ	۱۸
۳-سیاست	۱۹
۴-معاشیات	۱۹
۲-شریعت میں اتحادواتفاق کا مقام	۲۱
۱-اتفاق واجتماعیت کی تاکید نیز اختلاف وانتشار کی ممانعت	۲۱
۲-اجتماعیت سے لازمی طور پر وابستہ ہونے کا حکم اور اس سے نکلنے کی ممانعت	۲۲
۳-دینی اخوت کا حکم اور اس کی تاکید	۲۲
۴-ایک جسم اور مضبوط عمارت سے امت مسلمہ کی تشبیہ	۲۳
۵-مسلمان بھائی کے تئیں حقوق اور فرائض	۲۳
۶-اسلامی وحدت واخوت	۲۴

۳-اتحاد کی بنیادیں	۲۵
الف-فکری بنیادیں	۲۶
۱-اسلامی عقیدہ	۲۶
۲-عبادت	۲۷
۳-ایک قبلہ	۳۰
۴-علم وعرفان	۳۰
ب-اخلاقی واجتماعی بنیادیں	۳۱
۱-مستحکم خاندان	۳۱
۲-معاشرتی ضمانتیں	۳۱
۳-اخلاق	۳۲
ج-سیاسی بنیادیں	۳۳
۱-شریعت کی حکمرانی	۳۳
۲-امامت عظمی کی وحدت	۳۴
۴-اتحاد کے مقاصد	۳۶
۱-فکری مقاصد	۳۶
۲-معاشرتی مقاصد	۳۷
۳-سیاسی مقاصد	۳۸
۴-مادی مقاصد	۳۸
۵-حصولِ وحدت کے ذرائع	۴۰
۱-فکری وسائل	۴۱
۲-سیاسی وسائل	۴۲

۶ - راہِ وحدت کی رکاوٹیں ۴۵
الف ـ فکری رکاوٹیں ۴۵
۱ - دعوت کی راہ میں مختلف مشکلات درپیش ہیں ۴۶
۲ - صحیح عقیدہ کو عام کرنے کی راہ میں بڑی بڑی دشواریاں حائل ہوگئی ہیں ۴۶
۳ - عربی زبان کی اشاعت ۴۷
ب - معاشرتی دشواریاں ۴۸
۱ - مسلم اقوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنے میں درپیش مسائل ۴۸
۲ - جاہلانہ رسم ورواج کی وجہ سے درپیش مسائل ۴۹
۳ - معاشرے اور فرد کی شخصیت کا تحفظ ۴۹
ج - سیاسی دشواریاں ۵۰
۱ - مسلمانوں کی متحدہ قیادت ۵۰
۲ - مسلمانوں کی شیرازہ بندی ۵۱
۳ - صفوں میں اتحاد ۵۲
۴ - جہاد ۵۳
د - مادّی دشواریاں ۵۳
دوسرا باب: تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اتحاد و وحدت کا اثر ۵۵
وحدت اسلامی اور تہذیبی چیلنجز ۵۷
تمہید ۵۷
۱ - فکری چیلنجز اور وحدت ۵۸
۲ - معاشرتی چیلنجز اور وحدت ۶۱

۳- سیاسی چیلنجز اور وحدت	۶۳
۴-مادی چیلنجز اور وحدت	۶۶
خاتمہ	۶۸
☆علماء و داعیانِ اسلام سے چند امیدیں	۶۹
خلاصہ	۷۱

☆☆☆

مسلمانوں کے درمیان اتحاد وحدت اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

اللہ کی حمد وثناء اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو۔

امت اسلامیہ نے صدیوں تک اسلام کے سایہ تلے زندگی بسر کی، اس کی ہدایات سے فیض یاب ہوتی رہی۔ اور جب تک اسلام کی راہ پر گامزن اور اس کی نسبت پر نازاں رہی بقاء، اقتدار اور خلافت کی مستحق قرار پائی۔ یہی اللہ کا وعدہ بھی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ''تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لے آئیں اور نیک اعمال کریں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنایا، اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے'' (سورۃ النور: ۵۵)۔

اسلام کی روشنی آسمان کی بلندیوں تک پہنچی، دنیا کے بیشتر علاقے اس کے لیے کشادہ وفراخ ہوتے چلے گئے اور وہ بات سچ ہو کر رہی جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ: ''اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے زمین کو سکوڑ کر پیش کیا اور میں نے اس کی مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا، میری امت اور اس کی حکمرانی عنقریب اس پوری زمین پر پھیل جائے گی، جس کا مجھے نظارہ کرایا گیا ہے اور اسے سرخ وسفید دو خزانے دیئے گئے (یعنی روم و فارس کی حکمرانی) (مسلم، کتاب الفتن حدیث نمبر ۱۹، ترمذی، کتاب الفتن ۲۱۷۶)۔

مسلمانوں کا اس قدر رعب و دبدبہ تھا کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے مضبوط بنیادوں پر قائم ایک عظیم و عالی شان تہذیب کی بنیا دڈالی، دنیا پر جس کی حکمرانی مدتوں رہی، جسے قائدکا درجہ حاصل ہوااور جو دنیا کی منظورنظر بن کررہی۔

پھر مسلمانوں کی ایسی ذریت اس عظیم تہذیب کی جانشین بنی جو دنیا کی طرف مائل تھی بلکہ ذلت ورسوائی جس کا مقدر بن چکی تھی، ذاتی مفاد اور خودغرضی ان کے نزدیک سب سے اہم تھی، ایسے لوگوں نے مسلمانوں کوعملی اورفکری اعتبار سے منقسم اورانہیں حکمرانی کے بعد محکومی، علم کے بعد جہالت، ترقی کے بعد تنزل، مال ودولت کے بعد بے سروسامانی اور اتحاد کے بعد انتشار جیسے رذیل واہانت آمیز مقام پر لاکھڑا کیا۔

امت اسلامیہ کی وحدت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ تقریباً منتشر وپارہ پارہ ہوگئی اورہم حافظ ابراہیم کے ان اشعار کے مصداق بن گئے:

لم يبق شيئ من الدنيا بأيدينا إلا بقية دمع في مآقينا

كنا قلادة جيد الدهر فانفرطت وفي عيون العلا كنار رباحينا

فلم نزل وصروف الدهر ترمقنا شزرا وتخدعنا الدنيا وتلهينا

حتى غدونا ولاجاه ولا نشب ولا صديق ولاخل يواسينا

''آنکھوں میں چند چند قطرے آنسوؤں کے سوادنیا کی کوئی چیز ہمارے قبضے میں نہ رہی، ہم زمانے کی گردن کا ہار تھے جس کے موتی بکھر چکے ہیں، حالانکہ بلندیوں کی نگاہ میں ہم سبک رفتار آندھیوں کی مانند تھے۔

ہماری حالت یہ ہوگئی کہ زمانہ خشمگیں نگاہوں سے ہمیں گھورتا رہا، دنیا ہمیں دھوکہ دیتی رہی اورہمیں سامانِ تفریح سمجھتی رہی، یہاں تک کہ ہم اس حال کو جا پہنچے کہ نہ ہمارا کوئی دوست بچا نہ کوئی رفیق جو ہماری غم خواری کرتا''۔

لیکن مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے تئیں ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا

چاہئے وہ اپنی مشیت سے مسلمانوں کی پھر سے شیرازہ بندی کرے گا اور انھیں ان کی پہلے والی عزت وشرافت کے مقام پر دوبارہ متمکن کرے گا۔ ارشادخداوندی ہے:

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرکین اسے ناپسند کریں''۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جہاں تک دن کا اجالا اور رات کا اندھیرا پہنچتا ہے وہاں تک یہ دین ضرور پہنچے گا۔ اللہ تعالی ہر محل اور ہر جھونپڑی میں (ہر کچے اور پکے گھر میں) اسلام کو داخل کرکے رہے گا، عزت دار کو عزت سے نوازے گا اور ذلیل شخص کو ذلت سے دوچار کرے گا۔ عزت تو وہ ہے جس سے اللہ تعالی اسلام کو عزت بخشے گا اور ذلت وہ ہے جس سے کفر کو رسوا کرے گا'' (مسند احمد بن حنبل، ۱۰۳/۴) لیکن یہ امر انتھک اور مسلسل جدوجہد اور جہاد وقربانی کا متقاضی ہے۔

اس کتاب کے جو اوراق آپ کے سامنے ہیں، انمیں امت کے جسم میں پائی جانے والی المناک بیماریوں اور اس کے جسم میں پنپنے والے گہرے ناسوروں کو نرمی سے ٹٹولنے کی کوشش کی گئی ہے جو دراصل ان ناسوروں کو بھرنے اور ان الم ناک بیماریوں کے علاج کی ایک کوشش ہے۔ اسی وجہ سے یہ مقالہ تجزیاتی وتوضیحی اسلوب اور بنیادی نکات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کے سامنے سب سے پہلے انہی احساسات کو اس امید پر پیش کررہا ہوں کہ ان میں انہیں وہ چیز مل سکے گی جو ان کی توقعات کو پورا کرسکے اور ان کی تشنگی کو دور کرسکے گی۔

اس کتاب میں دوابواب ہیں:

پہلا باب: مسلمانوں کے درمیان اتحاد ووحدت:

اس میں مندرجہ ذیل عناوین ہیں:

۱- وحدت امت کا مفہوم اور اس کی حقیقت

۲-شریعت میں اتحاد واتفاق کا مقام

۳–اتحاد کی بنیادیں

۴–اتحاد کے مقاصد

۵–اس کے حصول کے ذرائع

٦–اس راہ میں درپیش رکاوٹیں

دوسرا باب: تہذیبی چیلینجز کے مقابلے میں اتحاد و وحدت کا اثر – اس میں مندرجہ ذیل عناوین ہیں:

۱–فکری چیلینجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

۲–معاشرتی چیلینجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

۳–سیاسی چیلینجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

۴–مادی چیلینجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

خاتمہ بحث اور اس کے بعد اہم مراجع ومصادر کی فہرست ہے۔

☆☆☆

پہلا باب

مسلمانوں کے درمیان اتحادووحدت

(۱)

مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد

وحدت امت کا مفہوم اور اس کی حقیقت:

''القاموس المحیط'' میں ''الوحدۃ'' کے معنی ''الانفراد'' کے ملتے ہیں، یعنی منفرد ہونا۔ اسی سے عربی کے یہ اوزان استعمال ہوتے ہیں۔ وَحَدَ یَحِدُ وَحْداً و وُحُوداً وحِدۃ و وَحِدۃ جس کے معنی ہیں تنہا بچنا۔

اسی سے بنا ہے ''اِتَّحَدَ'' یعنی ایک ہوجانا، اور دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے لیے آئے تو مطلب ہوتا ہے ان سب کا مل کر ایک شئ بن جانا، حالانکہ ان میں سے ہر شئ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے درمیان وحدت یا وحدت اسلامی کے معنی ہوتے ہیں: **مسلم عوام کا معاشی، معاشرتی، سیاسی اور فکری طور پر ایک ہوجانا۔**

وَحَدَ یعنی منفرد رہنا۔ یہ معنی وحدت کے اصطلاحی مفہوم میں اس طور پر پایا جاتا ہے کہ امت مسلمہ اپنے اتحاد کی وجہ سے دیگر امتوں سے منفرد، جداگانہ اور ممتاز ہے۔ چونکہ وحدت کا یہ مفہوم مجمل ہے اس لیے وحدت کی حقیقت و ماہیت کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

غور کرنے پر وحدت کے چار بنیادی عناصر اور اجزائے ترکیبی سامنے آتے ہیں:

۱-فکراور اعتقاد:

جہاں تک لفظ ''فکر'' کی بات ہے تو اس کا اصل لغوی مفہوم ہے: معانی کے ادراک کے لئے دل کا غور وخوض کرنا (المصباح المنیر ص۴۷۹) یا پھر امام راغب کے الفاظ میں: فکر: یعنی جاننے کی وہ قوت جو معلوم چیزوں کی طرف رہنمائی کرے۔

تفکر: اسی جاننے کی قوت یا علم کی قوت کا عقل کے حسب مراتب حرکت وگردش کرنا، تفکر کی یہ صفت حیوان کے مقابلے میں صرف انسان کے لیے مخصوص ہے (المفردات فی غریب القرآن ص۳۸۴)۔

دور حاضر میں اس کے معنی میں مزید وسعت آئی ہے۔ ''المعجم الفلسفی'' میں مذکور ہے کہ ''عام طور پر ''فکر'' ذہن کی جملہ سرگرمیوں یعنی تفکر، ارادہ، وجدان، خیال، احساسات، جذبات وتخیلات کو کہتے ہیں'' (المعجم الفلسفی ص۱۳۷)۔ اسی لیے میں نے یہاں فکر سے مراد انسان کا عقلی پہلو ہی لیا ہے، یعنی تعلیم، تربیت اور غور وفکر۔

اور جہاں تک لفظ ''اعتقاد'' کی بات ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں دل کا کسی چیز پر ٹک جانا اور اس پر پر قائم رہنے کا عہد کرنا۔ یہ ''عقد'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں گرہ کسنا، باندھنا اور مضبوط کرنا۔

اسی لیے یہاں اعتقاد سے میری مراد انسان کا قلبی پہلو یعنی اس کی دلی کیفیت اور رجحان ہے، کیونکہ مرادی معنی میں لفظ 'فکر' کا اطلاق ان امور پر کیا جاتا ہے جن میں عقلی وقلبی دونوں پہلو شامل ہوں۔ اور اس مقالے میں فکر کا یہی مفہوم میرے پیش نظر ہے۔

۲-معاشرہ:

یہ سماجی زندگی کا جز ہے (یعنی خاندان، قبیلہ اور افراد کا گروہ چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو) ان کا ایک دوسرے سے اور ان رسم ورواج سے گہرا تعلق ہوتا ہے جو ان باہمی تعلقات کے نتیجے

میں معرض وجود میں آتے ہیں۔

۳-سیاست:

یعنی جو سیاسی تعلقات اور نظامِ حکومت وسلطنت سے متعلق ہو(القاموس السیاسی ص ۲۸۷)۔

۴-معاشیات:

یعنی جو مادیت کے تمام پہلوؤں اور اس کے مختلف نظاموں اور طریقہائے کار سے متعلق ہو۔

اگر یہ بنیادی لوازمات کسی امت میں پائے جائیں تو یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ ایک متحدہ امت ہے لیکن اگر ان کا فقدان ہو تو کسی وحدت یا اتحاد کا تصور بھی ناممکن ہے اور اگر اس میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ پائی جائے تو اس خالی جگہ کو آپسی نفرت لے لیتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تیسرا بنیادی نقطہ اس پہلو سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اسی کے ذریعہ، لمبے عرصے تک دیگر بنیادی لوازمات کو فراہم کیا جاسکتا ہے اور ان کا حصول ممکن ہوسکتا ہے۔

ایک امت جس میں مختلف زبان بولنے والے، متفرق رسم ورواج والے، معاملات میں جداگانہ طریقہ کار رکھنے والے اور مختلف زاویۂ فکر رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہوں، اگر اس امت کو انصاف پرور محکم نظام سیاست حاصل ہوجائے تو اس طاقت کی بدولت بہت سی معاشرتی، دینی اور نفسیاتی دشواریوں اور رکاوٹوں کو ختم کرنا نیز افراد اور قبیلوں کے درمیان قربت پیدا کرنا اس کے لیے آسان ہوجائے گا۔ غالباً ریاستہائے متحدہ امریکہ میں امریکی معاشرہ اس کی واضح ترین مثال ہوسکتا ہے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ اگر نظام سیاست اسلامی ہو اور مسلمانوں کی مصلحتوں کا پاس ولحاظ رکھنے والے، امانت دار اور زورآور حکمراں ہوں تو دشواریوں کو ختم کرنے

اور باہمی قربت بڑھانے کا مسئلہ اور بھی زیادہ آسان ہوگا۔

گزری ہوئی صدیوں میں امت مسلمہ کی صورت حال اس حقیقت کی تائید کرتی ہے اس دور میں ساری امت مسلمانوں کی کثرت کے باوجود ایک یا زیادہ سے زیادہ سلطنتوں کے سائے تلے جمع تھی، اگر چہ ان کی زبانیں مختلف تھیں اور ان کے علاقے ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر واقع تھے۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ آنے والی مکمل بحث کا دارومدار انہی بنیادی نقاط اور عناصر پر ہوگا۔

☆☆☆

(۲)

شریعت میں اتحادو اتفاق کا مقام

اتحاد بین المسلمین ایک عظیم اسلامی مقصد اور ہر مسلمان کی دلی آرزو اور تمنا ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس پر خاص توجہ دی ہے اور ان تمام اسباب کو شرعی حیثیت دے دی ہے جو اتحاد بین المسلمین کی جانب رہنمائی کرتے ہیں، نیز اس مقصد عظیم کی پاکیزگی ورفعت جن چیزوں سے مکدر ہوسکتی ہے اور جن سے امت کا شیرازہ منتشر ہوتا ہے، انہیں ممنوع قرار دے دیا ہے۔

جن شرعی نصوص میں اتحاد امت کی تاکید کی گئی ہے، ان کے مختلف اسالیب اس امر کے بلند مرتبہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ان احکام اور اسالیب میں درج ذیل امور زیادہ واضح ہیں:

۱- اتفاق واجتماعیت کی تاکید نیز اختلاف وانتشار کی ممانعت:

اللہ کا فرمان ہے: ''تم لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو'' (آل عمران: ۱۰۳)۔ ''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کی اللہ نے تم کو وصیت کی ہے تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو'' (الانعام: ۱۵۳)۔

''تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا'' (آل عمران: ۱۰۵)۔

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ تین چیزیں جو تمہارے لیے پسند کرتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانو اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف میں نہ پڑو“ (صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ ۲/ ۱۰)۔

۲- اجتماعیت سے لازمی طور پر وابستہ ہونے کا حکم اور اس سے نکلنے کی ممانعت:

ایک طویل حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو اس طرح نصیحت فرمائی: ”......مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازمی طور پر اختیار کرو“ (صحیح بخاری: کتاب الفتن الباب ۱۱، وصحیح مسلم: کتاب الادارۃ ۱۴/ ۵۱)، امام ترمذی ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ ”تم پر اجتماعیت فرض کردی گئی، تم تفرقہ بازی سے اجتناب کرو کیونکہ تنہا رہنے والے شخص کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے لیکن اگر دو لوگ ہوں تو ان سے دور رہتا ہے“۔

اسی طرح اجتماعیت سے دوری اختیار کرنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وعید سنائی کہ ”جو اطاعت سے نکل گیا اور اجتماعیت سے جدا ہوگیا پھر اسی حالت میں اس کی موت ہوگئی تو گویا وہ شخص جاہلیت کی موت مرا“ (مسلم بروایت ابوہریرہؓ کتاب الفتن حدیث نمبر ۵۳، سنن ترمذی)۔ جو شخص جماعت سے منحرف ہوگیا وہ جہنم رسید ہوا“ (سنن ترمذی کتاب الفتن، باب ۷، حدیث غریب)۔

۳- دینی اخوت کا حکم اور اس کی تاکید:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں“ (الحجرات: ۱۰)۔

”اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو (جو اس نے) تم پر کیں، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو

اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہو گئے" (آل عمران: ۱۰۳)۔

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم باہمی اخوت کی اہمیت اور اسے اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرسکتا ہے نہ اسے دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے ذلیل ورسوا کرسکتا ہے" (صحیح بخاری، کتاب المظالم باب ۳، صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)۔

۴- ایک جسم اور مضبوط عمارت سے امت مسلمہ کی تشبیہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "مومن مومن کے لئے عمارت کی مانند ہیں، وہ ایک دوسرے کو تقویت بخشتے ہیں"۔ ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں جوڑ کر اس بات کو سمجھایا (صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب ۸۸، صحیح مسلم کتاب البر حدیث ۶۵)۔

مزید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "آپسی محبت، رحم اور شفقت میں مومنوں کی مثال جسم کی مانند ہے کہ اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم بخار، درد اور بے آرامی میں مبتلا ہوجاتا ہے"۔

۵- مسلمان بھائی کے تئیں حقوق اور فرائض:

اپنے مسلمان بھائی کے جن حقوق اور فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، ان کے ضمن میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی بھی تاکید کی گئی ہے اور امت مسلمہ کو ایک ایسے خاندان کی حیثیت دی گئی ہے جس میں ہر شخص کے کچھ حقوق ہیں تو ہر شخص پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔ حقوق کی اس فہرست میں زکاۃ کی ادائیگی، رشتہ داروں اور ماتحتوں کے اخراجات کی فراہمی شامل ہے، اس باب میں کئی نصوص وارد ہوئی ہیں، مثلاً:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اقرباء، مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو" (الاسراء: ۲۶)۔

ایک حق یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے، جریر بن عبد اللہ البجلی فرماتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی کہ میں نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کروں گا“ (متفق علیہ)۔

اسی سلسلے کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا (یعنی چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو رحمکم اللہ کہنا“ (بخاری: کتاب الادب باب ۱۲۷، مسلم: کتاب البر حدیث ۶۶)۔

یہ اور اس قسم کے دیگر تمام حقوق کا جب معاشرے میں نفاذ عمل میں آنے لگتا رہے تو یہی حقوق دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں، لوگ ایک دوسرے سے قریب آنے لگتے ہیں اور یہی چیز اتحاد کی بنیاد ہے۔

۶- اسلامی وحدت واخوت:

اسلام نے وحدت واخوت جیسی بلند اقدار کا ایک مضبوط فصیل سے احاطہ کر لیا ہے۔ یہ فصیل ان کے وجود کو لرزنے اور احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچاتی ہے، یہ فصیل چند معاشرتی برائیوں سے بچنے کا نام ہے، اسی لیے اسلام نے غیبت، چغلی، جھوٹ، ناحق بات کہنے، جاہلانہ عصبیت اور تمام ہی مذموم عادتوں سے روکا ہے۔

اس طرح کے تمام احکام، جن بعض باتوں کو کرنے اور بعض کو نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اتحاد و وحدتِ اسلامی کی اہمیت اور اس کے بلند مرتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک شرعی فریضہ اور معاشرے کی ضرورت ہے۔ یہی نہیں بلکہ امت کا حال اور مستقبل، اس کے مفادات اور تہذیب بھی اپنی بقا کے لیے اسلامی وحدت واخوت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

☆☆☆

(۳)

اتحاد کی بنیادیں

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض قومیں ایک جھنڈے تلے متحد ہوجاتی ہیں، بعض مخصوص معاملات پر باہم اتفاق بھی کر لیتے ہیں، اسی طرح ان کے درمیان کوئی تحریری معاہدہ ہوتا ہے تو اس پر قائم بھی رہتے ہیں، لیکن یہ اتحاد کی کمزور بنیادیں ہیں ان سے کوئی معنی خیز نتیجہ ظاہر نہیں ہوسکتا، ان کمزور بنیادوں میں سے چند ایک یہ ہیں: قومیت، وطنیت، نسلیت، زبان اور وہ جو ان ہی کے اردگرد گھومتے ہیں۔

اگر اتحاد کی یہ تمام بنیادیں دین کے عنصر سے خالی ہوں تو ان کی حیثیت جاہلیت کے دعویٰ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

جب کہ صورت حال یہ ہے کہ اکثر قوموں کے درمیان اتحاد کی بنیاد یہی چیزیں بنی ہوئی ہیں۔جیسا کہ علامہ ابو الاعلیٰ مودودیؒ رقمطراز ہیں:

”اس قسم کی قومیتیں بنی نوع انسانی کے لیے ایک شدید مصیبت ہیں۔انھوں نے عالم انسانی کو سینکڑوں ہزاروں حصوں میں تقسیم کردیا ہے، اور حصے بھی ایسے کہ ایک حصہ فنا کیا جاسکتا ہے، مگر دوسرے حصے میں کسی طرح تبدیلی نہیں کی جاسکتی، ایک نسل دوسری نسل میں نہیں بدل سکتی، ایک وطن دوسرا وطن نہیں بن سکتا، ایک زبان کے بولنے والے دوسری زبان کے بولنے والے نہیں بن سکتے، ایک رنگ دوسرا رنگ نہیں بن سکتا۔ایک قوم کی معاشی اغراض بعینہ دوسری قوم کی اغراض نہیں بن سکتیں، ایک سلطنت کبھی دوسری سلطنت نہیں بن سکتی۔نتیجہ یہ ہے کہ جو قومیتیں ان بنیادوں پر

تعمیر ہوتی ہیں، ان کے درمیان مصالحت کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی ،قومی عصبیت کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے خلاف مسابقت،مزاحمت اور منافست کی ایک دائمی کشمکش میں مبتلا رہتی ہیں، ایک دوسرے کو پامال کرنے کی کوشش کرتی ہیں، آپس میں لڑکر فنا ہوجاتی ہیں اور پھر انہی بنیادوں پر دوسری قومیتیں ایسے ہی ہنگامے برپا کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں، یہ دنیا میں فساد، بدامنی اور شرارت کا ایک مستقل سرچشمہ ہے، خدا کی سب سے بڑی لعنت ہے، شیطان کا سب سے کامیاب حربہ ہے جس سے وہ اپنے ازلی دشمن کا شکار کرتا ہے'' (مسئلہ قومیت ص ۱۰-۱۱)۔

جہاں تک اسلام کا سوال ہےتو اسلام نے وحدت اسلامی کو ان مضبوط وپائدار بنیادوں پر قائم کیا کہ ان کے ہوتے ہوئے وحدت اسلامی متزلزل نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کسی راستے سے اس میں کمزوری راہ پا سکتی ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، وحدت کے لازمی اجزاء یہ ہیں:

۱-فکر اور اعتقاد، ۲-معاشرہ، ۳-سیاست، ۴-معاشیات

یہاں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وحدت اسلامی کی بنیادیں ہی اس کے لازمی اجزاء ہیں۔ البتہ یہاں ان کی وضاحت ضروری ہے:

الف-فکری بنیادیں:

پہلے ہم فکری بنیادوں پر گفتگو کرتے ہیں۔

۱-اسلامی عقیدہ:

اس سے میری مراد وہ سیدھا، صاف وشفاف عقیدہ ہے جو قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے اور جسے اس امت کے سلف صالحین نے پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں ان بدعات وخرافات سے پرہیز ضروری ہے جو توحید اور ایمان کے باب میں علماء فلسفہ وغیرہ نے داخل کردی ہیں، اسی طرح ان افکار واذکار اور طریقوں سے دور رہنا بھی ضروری ہے جنہیں انحراف زدہ تصوف کے پیرووں نے عقیدہ اسلامی کا جز بنادیا ہے، نیز

موجودہ دور کے اہل باطل نے سیکولرزم کی آڑ میں جو عجیب وغریب معانی ومفاہیم عقیدۂ اسلامی کے اندر داخل کرنے کی کوشش کی ہے، ان سے ہوشیار رہنا بھی لازم وضروری ہے۔

یہ اس لیے ضروری ہے کیونکہ صحیح و بے عیب اسلامی عقیدہ ہی مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق کی بنیاد بن سکتا ہے، بلکہ ایک خوش حال وبابرکت زندگی کی بنیاد بھی صحیح اسلامی عقیدہ ہی بن سکتا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ''بلاشبہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں چنانچہ تم میری عبادت کرو'' (الانبیاء:۹۲)۔

امام طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں: ''اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرمارہا ہے کہ تمہاری یہ ملت ایک ہی ملت ہے اور اے لوگو! کیونکہ میں تمہارا پروردگار ہوں اس لئے تم مورتیوں، بتوں اور جن معبودان باطل کی عبادت تم کر رہے ہو، ان سب کو چھوڑ کر صرف میری عبادت کرو''۔ (جامع البیان: ۸۵/۱۷)۔

اللہ کا فرمان ہے: ''تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک اعمال کئے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے'' (النور:۵۵)۔

خلافت کا یہ وعدہ، اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنے سے مشروط ہے، اگر مسلمان نیک اعمال کرتے رہیں اور ایمان پر جمے رہیں تو اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے وہ ضرور بالضرور پورا ہوگا اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا'' (تیسیر الکریم الرحمٰن: ۴۳۹/۵)۔

۲- عبادت:

عبادت سے میری مراد عبودیت کے وہ طریقے ہیں جن کی طرف اسلام نے اللہ تعالیٰ

کی قربت وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے رہنمائی کی ہے۔مثلاً نماز، زکوۃ، حج،معروف کا حکم دینا،منکر سے روکنا، جہادوغیرہ۔

عبادت مسلمانوں کے درمیان اتحادواتفاق کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ اگر کسی معاشرے میں عبادت رب کا اہتمام نہ ہو تو اس کا باہم متحد ومتفق رہ پانا ناممکنات میں سے ہے۔ ذرا ایک ایسے معاشرے کا تصور کیجئے جس کو دعویٰ تو اسلام سے نسبت وتعلق کا ہو لیکن وہ ان عبادات کو اہمیت نہیں دیتا جن کا اسلام نے حکم دیا ہے، نہ اس میں نماز قائم کی جاتی ہے، نہ ہی زکوۃ کی ادائیگی ہوتی ہے، نہ شریعت کے مطابق ماہ رمضان کی تکریم کی جاتی ہے، نہ ہی نیکیوں کا حکم دیا جاتا ہے اور نہ ہی برائیوں سے روکا جاتا ہے تو کیا ایسے معاشرے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ ایک متحدہ معاشرہ ہے؟ہرگز نہیں، ایسا معاشرہ جس میں اللہ کے شعائر کی تعظیم نہ کی جاتی ہو اور نہ ہی عبادات کو اہمیت دی جاتی ہو، وہ معاشرہ یقیناً انتشار کا شکار ہے۔ بلکہ لازمی طور پر عبادات میں لاپروائی اور عدم توجہی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان شیطان بغض وعداوت پیدا کردیتا ہے۔'' ایک مدبر و دانا شخص ان عبادات میں اجتماعیت کی روح کو بخوبی ملاحظہ کرسکتا ہے۔نماز کی مختلف اوقات میں مختلف صورتیں ہیں اوران کی ادائیگی ایک پرامن اور قابل احترام جگہ یعنی مسجد میں کی جاتی ہے۔ان مساجد کو اللہ نے تعمیر کرنے اورآباد رکھنے کا حکم دیا ہے۔

فرمان خداوندی ہے:''ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ایسے لوگ جنہیں تجارت اورخرید وفروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے اورزکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی'' (النور:۳۶-۳۷)۔

''اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصوں میں ہے جو اللہ پر اورقیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے

ہوں‘‘(التوبۃ:۱۸)۔

اسی طرح روزے میں بھی مسلمانوں کے درمیان الفت ووحدت کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ تمام مسلمان مل کر ایک مخصوص ماہ میں روزے رکھتے ہیں، یہ مخصوص ماہ ماہِ رمضان کہلاتا ہے اور سب کا روزہ طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔

کسی بھی شخص کو یہ آزادی نہیں دی گئی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جب چاہے روزہ شروع کرے اور جب چاہے ختم کرے۔جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

’’اسے (چاندکو) دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور اسی کو دیکھ کر روزے ختم کرو‘‘(متفق علیہ صحیح بخاری-کتاب الصوم الباب ۱۔صحیح مسلم-کتاب الصوم ۲/ ۱۷-۱۸)۔

حج مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق اور الفت وقربت کی ایک واضح ترین تعبیر ہے، حج تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک بہت ہی بڑا اجتماع ہے جس میں مسلمان ہر قطعہ اور ہر گوشہ سے ایک ساتھ شرکت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور لوگوں میں حج کی منادی کردے، لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے، تا کہ وہ اپنے فائدے حاصل کریں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں‘‘(الحج:۲۸-۲۷)۔

زکوٰۃ بھی اس طور پر آپسی قربت کا ایک اثر انگیز وسیلہ ہے، اس کے ذریعہ معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کا کفیل وضامن بن جاتا ہے۔عبادت کی یہ قسم امیر وغریب کے دلوں کو آپس میں جوڑتی ہے۔برحق وبرگزیدہ رب کائنات کا فرمان ہے:

’’آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اور ان کے لیے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے‘‘ (التوبۃ:۱۰۳)۔

اسی طرح ان کے علاوہ جو دیگر عبادتیں ہیں ان میں بھی اتحاد ووحدت کی حکمت پوشیدہ

نظر آئے گی۔

۳-ایک قبلہ:

مسلمانوں کو متحد کرنے والی اسلام کی بڑی علامتوں میں سے ایک علامت قبلہ ہے، بلکہ یہ مسلمانوں کو دیگر اقوام سے ممتاز بھی کرتا ہے۔

قرآن نے اس کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا ہے: ''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوجائیں جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے'' (البقرہ:۱۴۳)۔

یہ قبلہ کی اہمیت کا ہی ثبوت ہے کہ اس اہم علامت سے امت مسلمہ کے ہر گروہ کی نسبت وابستہ ہے، جس کی وجہ سے انہیں اہل قبلہ کے لقب سے نوازا گیا ہے۔جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے: ''جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا وہ مسلم ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہے'' (بخاری، کتاب الصلاۃ:۳۸۱)۔

۴-علم وعرفان:

علم وعرفان کسی بھی معاشرے کا ایک اہم ستون ہے۔انسانوں اور قوموں کی زندگیاں اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتیں۔اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ''کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہوسکتے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں'' (الزمر:۹)۔

اصبہانی کا مقولہ بالکل صادق آتا ہے:

"العلم يبنی بيوتاً لا عماد لها
والجهل يهدم بيت العز والشرف"

(علم ایسی عمارتیں تعمیر کرتا ہے جنہیں ستون کی ضرورت نہیں ہوتی (یعنی عزت

وشرافت کی عمارتیں) اور جہالت عزت وشرافت کی عمارت کو منہدم کردیتی ہے)۔

علم کے بغیر کسی امت کا نہ تو بقا ممکن ہے اور نہ ہی قوت، عزت اور وحدت سے وہ ہمکنار ہوسکتی ہے۔

ب-اخلاقی واجتماعی بنیادیں:

۱-مستحکم خاندان:

خاندان معاشرے کے جسم کا پہلا خلیہ ہے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ معاشرے کا ستون ہے، اگر یہ مضبوط وپائدار ہوتو معاشرے کی تعمیر ممکن ہوتی ہے، اسلام فرد کو معاشرے کی بنیاد کی پہلی اینٹ تصور کرتا ہے، حدیث شریف میں اس کو واضح انداز میں سمجھایا گیا ہے: ''مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے، وہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بات کو سمجھانے کے لیے اپنی) انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملایا''۔

۲-معاشرتی ضمانتیں:

امت کا ہر فرد پر اپنے معاشرے کا ضامن وکفیل ہے، ہر فرد کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ اس پر معاشرے کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح معاشرے پر بھی اس کے کچھ حقوق ہیں۔

اس ضمن میں نصوص شرعیہ اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ یہاں ان تمام کا احاطہ ناممکن ہے۔ مثلاً: اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں'' (التوبۃ:۷۱)۔

''تم لوگ باہم تقوی اور نیکی کے کام میں مدد کرو اور دشمنی وگناہ میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو'' (المائدۃ:۲)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آپسی محبت، الفت وشفقت میں مومنین کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بخار اور بے آرامی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

۳-اخلاق:

اتحاد، اجتماعیت اور آپسی تعلقات کی ایک عظیم بنیاد اخلاق ہے، جیسا کہ احمد شوقی کہتے ہیں:

''وإنما الأمم الأخلاق مابقيت

فإن همو ذهبت أخلاقهم ذهبوا''

(اخلاق ہی ہے جس کی وجہ سے امتیں زندہ رہتی ہیں، اگر کسی قوم کے اخلاق ختم ہوگئے تو وہ قوم بھی ختم ہوگئی)۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی تکمیل فرمائیں، چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے میری بعثت ہوئی ہے'' (موطا، کتاب حسن الخلق حدیث نمبر ۶۸، مسند احمد ۲/۳۸۱، مجمع الزوائد ۹/۱۵)۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی نہ تو کوئی زندگی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی تہذیب، بلکہ اگر اخلاق نہ ہوتو ایمان بھی صحیح وسالم نہیں رہ سکتا، اخلاق کی اس اہمیت پر بھی بے شمار شرعی دلائل موجود ہیں مثلاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ خود کے لئے پسند کرتا ہے''۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''بخدا وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، بخدا وہ مومن نہیں ہوسکتا، پوچھا گیا: کون اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہ رہے'' (متفق علیہ صحیح بخاری کتاب الادب-باب ۲۹، صحیح مسلم: کتاب الإیمان ۲/۷۳)۔

سچائی، شرافت، پاکیزگی، وفاء، بہادری، مسلمانوں کے تئیں اخلاص اور مسلمانوں کے مزاج وفطرت سے تعلق رکھنے والی اسی قسم کی دوسری صفات، اچھے اخلاق کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ یہ اصول ہے کہ اشیاء کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے، چنانچہ یہ معلوم ہے کہ برے اخلاق سے معاشرہ انتشار و بحران کا شکار ہوجاتا ہے، اور یہ مذموم اخلاق کا لازمی نتیجہ ہے، اسے اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ ہو جس میں جھوٹ، ناحق گوئی، دھوکہ، نفاق، کنجوسی، بخل، بزدلی اور رشوت عام ہوجائے تو آپ خود بھی اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس معاشرہ کی حالت کیا ہوگی!

ظاہر ہے ان برائیوں کے نتیجے میں جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس کے افراد باہم ایک دوسرے سے دست وگریباں ہوں گے، ایک دوسرے کی ہلاکت کے در پے ہوں گے، ہر کوئی ایک دوسرے کا حق مار رہا ہوگا اور کسی کے مال پر کوئی اور عیش کر رہا ہوگا۔

ج-سیاسی بنیادیں:

۱-شریعت کی حکمرانی:

اسلامی اتحاد کی ایک اہم ترین بنیاد یہ ہے کہ ہمارے تمام معاملات میں حکم شریعت ہو اور تمام فیصلے اسی کے مطابق انجام پائیں، اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ گزشتہ بنیادیں وہ ہیں جن کا تعلق فرد کے ذاتی عمل سے بھی ہے اور معاشرے کے اجتماعی عمل سے بھی، لیکن اس معاشرے پر جس نظام کی حکمرانی ہوگی وہ یا تو انسان کا وضع کردہ ہوگا یا سیکولر و لادین ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں اسلامی اتحاد کا حصول امر محال ہے۔ اسلامی اتحاد- جسے دور جدید کے بعض علماء و مفکرین نے ''حاکمیت'' سے تعبیر کیا ہے- کی اہمیت ہی عقیدہ اسلامی سے مربوط و مشروط ہے۔ ''اس کے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتے'' (الکہف:۲۶)، ابن عامر کے قراءت کے مطابق ''تم اس حکم میں کسی کو شریک مت کرو''۔

۲-امامت عظمیٰ کی وحدت:

مسلمانوں کی اصل یہ ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی امت ہیں خواہ ان کے وطن ایک دوسرے سے کتنی ہی دوری ومسافت پر واقع ہوں یا ان کی رسوم ورواج، شکل وصورت اور زبانوں میں کتنا ہی فرق واختلاف کیوں نہ ہو۔ اصل بات یہی ہے کہ ان کا سربراہ وامام ایک ہی ہوگا۔ جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ قمطراز ہیں: ''دنیا میں بیک وقت دو اماموں کا ہونا جائز نہیں ہے، صرف ایک امام جائز ہوگا'' (الفصل فی الملل والأہواء والنحل ۴/ ۸۸))۔

اس حقیقت کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشادِ مبارک ہے جو متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ خلفاء زیادہ ہوجائیں گے''۔ صحابہ نے دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ''پہلی بیعت کی طرف پہلی بیعت پر اتفاق کرو'' (صحیح بخاری کتاب الانبیاء، باب نمبر ۵، صحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث نمبر ۴۴)، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''جب دو خلفاء پر بیعت کی جائے تو دوسرے کی گردن اڑادو، (صحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث نمبر ۶۱)، اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس حدیث کے ضمن میں امام شوکانیؒ قمطراز ہیں:

''اسلام کے پھیل جانے، اس کا رعب ودبدبہ عام ہوجانے اور دور دور تک اس کا دائرہ پھیل جانے کے بعد حقیقتاً ہر ملک میں ولایت کسی ایک امام یا سلطان کے قبضے میں ہے، اسی طرح دوسرے ملک میں کوئی دوسرا سلطان سلطنت پر حاکم ہے، مختلف علاقوں اور ملکوں کے یہ حکمران ایک دوسرے کے ملک پر نہ تو اپنا حکم نافذ کرتے ہیں اور نہ ہی دوسرے ملک میں کسی قانون کی ممانعت کرتے ہیں، تو اس صورتحال میں تعداد ائمہ وسلاطین میں کوئی مضائقہ یا حرج نہیں ہے، ان میں سے ہر ایک کی اطاعت اپنے اپنے ملک یا علاقہ کے عوام پر واجب ہے جبکہ ان کے ہاتھ پر اس ملک کے باشندے بیعت کرلیں جس ملک پر اس کے احکامات نافذ ہوتے ہیں۔

یہی حال دوسرے ملک کے سلطان کا ہوگا، اور جس ملک میں کسی کی خلافت ثابت ہوجائے، ملک کے باشندے اس پر بیعت کرلیں، تو اب اگر کوئی اس ملک میں اس کی خلافت کی مخالفت کرے اور نزاع سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کی گردن زدنی کا حکم نافذ ہوگا اور دوسرے ملک والوں پر اس ملک کی اطاعت لازم نہ ہوگی، ممالک کے دور ہونے کی وجہ سے وہ اس کی ولایت کے ماتحت نہ ہوں گے" (السیل الجرار ۴؍ ۵۱۲)۔

ہمارے سامنے یہ دو قسم کی آراء ہیں، اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل میں نہ جا کر ہم صرف چند حقائق کی طرف نشاندہی کریں گے:

۱- اصل حکم یہ ہے کہ خلیفہ ایک ہی ہوگا اور ایک سے زیادہ تعداد اضطراری صورت میں ہوسکتی ہے۔

۲- مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجتماعی طور پر ایک دوسرے سے الفت رکھیں اور ایک دوسرے سے قربت بنائے رکھیں تاکہ ان کی سیاسی دلچسپیاں اور سرگرمیاں بھی ایک دوسرے سے قریب وہم آہنگ ہوجائیں۔

دور حاضر میں جبکہ مسلم سلطنتوں کی تعداد پچاس سے بھی زائد ہوگئی ہے، مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کو آپس میں متحد رکھنے کی کوششیں جاری رکھیں، خواہ یہ کام بتدریج ہی کیوں نہ ہو۔

اس سلسلے کی مزید تفصیلات ان شاء اللہ آگے آئیں گی، میرے خیال میں یہ وہ چند اہم بنیادیں ہیں جن پر اسلامی وحدت کی تعمیر ہونی چاہئے، جو ہمارا مطلوب ہے، ان میں سے کسی ایک کو بھی یا اس کے بعض حصے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ اس کا حصول ممکن ہی نہ رہا ہو۔

☆☆☆

(۴)
اتحاد کے مقاصد

مسلمانوں کے درمیان وحدت یا اتحاد بین المسلمین محض ایک نعرہ نہیں ہے جسے وقتاً فوقتاً بلند کیا جاتا رہے، نہ ہی اس سے مراد ظاہری وحدت ہے جس کا کوئی عنوان ہی نہ ہو، نہ ہی اس مطلوبہ وحدت کے اغراض مقاصد خالص مادی ہیں۔

بلکہ یہ وہ حقیقی وحدت ہے جس کی غرض چند عظیم مقاصد کا حصول ہے، ان مقاصد کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱-فکری مقاصد، ۲-معاشرتی مقاصد، ۳-سیاسی مقاصد، ۴-مادی مقاصد

۱-فکری مقاصد:

بلاشبہ فکری مقاصد کو اولیت حاصل ہے، فکری مقاصد کے تحت حسب ذیل امور آتے ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور یہ ایک انتہائی عظیم مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے، تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو“ (آل عمران: ۱۱۰)۔

سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان آیات میں سے پہلی آیت کے پہلے حصے میں امت مسلمہ کے کندھوں پر، اس کے اعزاز و اکرام اور اس کے مقام رفعت و بلندی کے بقدر ایک بارگراں ڈالا گیا ہے اور اسے ایک منفرد مقام بخشا گیا ہے، جس تک کوئی دوسری جماعت نہیں پہنچ سکتی، یہ وہ بات ہے جس کا امت مسلمہ کو ادراک ہونا چاہئے، اسی صورت میں وہ اپنی حقیقت اور

قدر و قیمت کو پہچان سکتی ہے، وہ اس لیے وجود میں لائی گئی ہے کہ انسانیت کے لیے مقدمۃ الجیش بنے اور قیادت اس کے ہاتھ میں ہو، یہ اس لیے کہ وہ خیر امت (سر تا سر خیر) ہے اور اللہ تعالی چاہتا ہے کہ زمین میں قیادت شر کے نہیں، خیر کے ہاتھ میں ہو...... اسی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ امت جس نظام کی علمبردار ہے وہ اس سے بہت زیادہ امور کا اور ہر میدان میں دوسروں سے آگے بڑھنے کا تقاضا کرتا ہے (فی ظلال القرآن (اردو)۲/۲۵۶-۲۵۷)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے'' (النحل: ۱۲۴)۔

مزید فرمایا ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے'' (الصف:۹)۔

۲-ممکنہ ذرائع ،مثلاً دعوت ،میڈیا ،تعلیم وغیرہ کے ذریعہ صحیح عقیدہ کی نشر واشاعت۔

۳- دار الاشاعت، علمی مراکز ، یونیورسٹیوں اور درسگاہوں کے ذریعہ شرعی علوم کی نشر وتبلیغ۔

۴-اندرونی اور بیرونی باطل اور تخریب پسند افکار ونظریات سے مقابلہ۔

۵-غیر شرعی علوم کی بیخ کنی جنہیں اسلامی طرز میں پیش کیا جا تا رہا ہو، خاص طور پر وہ علوم جنہیں سماجی علوم کا نام دیا گیا ہے۔

۶-عربی زبان کی نشر واشاعت، کیونکہ یہ قرآن شریف کی زبان ہے اور اسلام کو سمجھنے کا وسیلہ وذریعہ ہے۔

۲-معاشرتی مقاصد:

اسلامی وحدت کے چند معاشرتی مقاصد بھی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱-مسلم عوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنا، اس کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں

مثلاً افراد اور قبیلوں کے درمیان خاندانی تعلقات اور ازدواجی رشتوں کو آسان بنانا، مسلم ممالک میں نوآبادیوں کا قیام نیز ملکیت، سفر اور نقل مکانی کی سہولتیں فراہم کرنا۔

۲-فرسودہ جاہلانہ رسم و رواج کی مخالفت اور ان سے مقابلہ۔

۳-مسلم تشخص کو پامال ہونے اور اسے غیروں کے تشخص میں ضم ہونے سے بچانا یعنی یہ کوشش کرنا کہ مسلمانوں کا وجود اور ان کا تشخص محفوظ رہے۔

۴-فرد اور معاشرہ کے مابین رشتے میں توازن۔

۳-سیاسی مقاصد:

ان میں سے نمایاں ترین مقاصد درج ذیل ہیں:

۱-زندگی کے تمام امور میں اسلامی قوانین کے مطابق احکامات نافذ کرنا اور اسلامی شریعت کے مطابق ہی تمام امور کا فیصلہ کرنا۔

۲-تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہو، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

۳-مسلمانوں کو متحد الرائے کرنا اور فکر و خیال کے اعتبار سے ان کو باہم مربوط رکھنا۔

۴-مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کا قیام، جیسا کہ اللہ عز وجل کا فرمان ہے: ''یقیناً اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (الصف: ۴)۔

۵-اللہ کی راہ میں جہاد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ بچے اور دین اللہ کے لئے ہوجائے''۔

۴-مادی مقاصد:

مادی مقاصد درجہ ذیل ہیں:

۱-دشمن پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے اور جہاد کی تیاری کی نیت سے خود کی قوت وطاقت کا حصول اور اس کی تیاری، اللہ کا فرمان ہے:''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو، تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے''(الانفال:٦٠)۔

۲-مسلم ممالک کو دولت کی جو فراوانی حاصل ہے، اس سے استفادہ کرنا۔

۲-مسلم ممالک کی افرادی قوت سے استفادہ کرنا موجودہ دور میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار کروڑ سے بھی زائد بتائی جاتی ہے۔

اگر اس مادی دولت اور افرادی قوت سے بحسن وخوبی استفادہ کیا جائے تو یقینی طور پر مسلم ممالک ان میں بھی جزیرہ عرب غیر مسلمین سے جو مسلم ممالک خاص طور سے دولت مند ممالک اور ان میں بھرے پڑے ہیں، بے نیاز ہو سکتے ہیں۔

اتحاد ووحدت کے بغیر ان مقاصد کا حصول ناممکن ہے، کیونکہ اختلاف وانتشار کے رہتے ہوئے نہ مسلمانوں کی قوت وطاقت قائم رہ سکتی اور نہ ہی رعب ودبدبہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نہ لڑو ورنہ تم ناکام ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''(الانفال:٤٦)۔

اتحاد اور وحدت کے بغیر مسلمان باہم ایک دوسرے سے بھی استفادہ نہیں کر سکتے، بلکہ اگر مسلمانوں کے درمیان وحدت نہ ہو تو ان میں سے زیادہ تر لوگ اور خاص کر غریب طبقہ کے لوگ آج کی مہذب سمجھی جانے والی قوموں کے مقابلہ میں اصل شاہراہ سے ہٹ کر کنارے پر چلے جائیں گے۔

☆☆☆

(۵)
حصولِ وحدت کے ذرائع

ابتداء ہی میں یہ اعتراف کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وحدت کا حصول بہت ہی مشکل اور سخت ہے، حقیقت میں یہ ایک تھکا دینے والا دشوار طلب مشن ہے، اسی لیے اس راہ میں مسلسل سخت کاوشوں کی ضرورت ہے، یہ ایسا کام ہے کہ اس کے لیے ہر سطح اور ہر پیمانے پر بہت سی قربانیاں درکار رہوں گی مثلاً یہ مشن:

☆فرد اور جماعت کی سطح پر بھی قربانی چاہتا ہے۔

☆علماء وزعماء کی سطح پر قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔

☆فکر ونظر کی سطح پر قربانیاں مطلوب ہیں

وحدت اسلامی یا اتحاد بین المسلمین کے حصول کے لیے یہ تمام قربانیاں اس لیے درکار ہیں، کیونکہ وحدت کی راہ میں چیلنج، مشکلات، رکاوٹوں اور مصیبتوں کے پہاڑ حائل ہیں لیکن اگر عزائم پختہ ہوں، نیتیں صاف ہوں اور عمل پیہم سے کام لیا جائے تو راہ ہموار ہوسکتی ہے، اللہ کے فضل وکرم سے ایسے بے شار وسائل موجود ہیں جن کے ذریعہ اس وحدت تک رسائی ممکن ہے، اس سلسلے میں اہم اور نمایاں ترین وسائل درج ذیل ہوسکتے ہیں:

۱۔فکری وسائل:

۱- ان بدعات وخرافات اور شرکیہ عناصر سے عقیدہ کو پاک وصاف کرنے کی جدوجہد

کی جائے جو بیشتر مسلم مما لک میں رائج و متداول ہو گئے ہیں، یہ امت کو متحد رکھنے کا سب سے اہم وسیلہ و ذریعہ ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حقیقی وحدت تک پہنچنے والا راستہ اس کے علاوہ کوئی ہے ہی نہیں ۔بھلا امت کیسے متحد رہ سکتی ہے اگر اس کے افراد کا عقیدہ ہی مختلف ہو؟

اللہ ذو الجلال فرماتا ہے:''وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ تمہاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے،تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے،مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے'' (الانفال:۶۲-۶۳)۔

خازن کے الفاظ میں'' یہ آپسی الفت، ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نتیجہ ہے''(تفسیر الخازن:۲/۱۹۲)۔

۲-عوامی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اسلامی اقدار کو نافذ کیا جائے اور اسلامی شعور کو بیدار کیا جائے، کیونکہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور اسلامی شعائر کے جتنے قریب رہیں گے، اسی قدر وہ متحد اور باہم مربوط رہیں گے۔

۳-تعلیم اور طریقۂ تعلیم کی اصلاح کی جائے نیز ان طریقہائے کار کی طرف توجہ دی جائے جن سے اسلام اور مسلمان دونوں کی خدمت ہو۔

۴-مسلم مما لک میں تعلیمی اور تربیتی اداروں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے، نیز نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم میں اتحاد و یکسانیت لانے کی غرض سے طریقۂ تعلیم سے متعلق مختلف نقطہائے نظر میں قربت پیدا کی جائے۔

۵-اسلام اور مسلمانوں کی خدمت، نیز خاص طور سے اس مسئلہ کے حل کے لئے ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ان پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جو مسلم مما لک کے صاحبانِ حل وعقد، علماء و دانشوران، ماہرین تعلیم وتربیت، اہلِ دانش واقتدار نیز امت کے بااثر

افرادکی مسلسل کوششوں کا محتاج ہے، مسلم ادارے موجودہ آپسی اختلافات کے باوجود کافی حد تک اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے متحمل ہیں۔

۲-سیاسی وسائل:

ا-مسلم ممالک کے اہل حل وعقد علماء ودانشوران کی میٹنگ اور کانفرنس کا اہتمام کیا جائے اور معاملات عامہ کو طے کرنے میں ان کے باہمی مشوروں اور سفارشات کا لحاظ رکھا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان کے معاملات ان کے درمیان باہم مشورے سے (حل کیے) جائیں'' (الشوریٰ: ۷)۔ اور جیسا کہ امام بخاریؒ رقم طراز ہیں: ''ائمۂ مسلمین جائز معاملات میں امانتدار علماء سے مشورہ کرتے تھے تاکہ مسئلہ کی آسان ترین صورت معلوم کرسکیں اور جب قرآن وسنت سے کسی مسئلہ کی وضاحت ہوجاتی تو پھر اس کے علاوہ کسی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اسی میں ہے'' (صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الباب: ۲۸)۔

غالباً تنظیم اسلامی کانفرنس (Organisation of Islamic Conference) اس طرح کے مسائل میں علماء، دانشوروں اور رہنماؤں سے ہی رجوع کرتی ہے۔

عرب لیگ، بھی علمی ودعوتی اداروں کے تعاون سے امور عامہ سے متعلق مسائل میں علماء ومفکرین کے مشورے حاصل کرتی ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ علماء وقائدین امت کا وہ گروہ ہیں جن کا مسلم معاشروں پر کافی اثر ورسوخ ہے اور یہ گروہ مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

میں ان دونوں گروہوں میں کوئی فرق نہیں کرتا، اس لیے کسی بھی مسئلہ کے تعلق سے ان دونوں میں سے صرف ایک گروہ سے رابطہ کرلینا کافی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے کوئی مقصد حاصل ہوسکے گا، مثلاً صرف قائدین یا پھر صرف علماء سے ہی رجوع کرلیا جائے، بلکہ میری تو تجویز ہی یہ ہے کہ علماء وقائدین کی مشترکہ کانفرنسوں اور میٹنگیں منعقد کی جائیں، اس لیے کہ

اسلام نے کتاب و جہاد، ایمان اور علم و سائنس اور دین و سیاست میں تفریق کی ہے، دونوں کو مشترکہ طور پر ایک پلیٹ فارم پر لانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلم ممالک میں اکثر قائدین و لیڈران کا تعلق اہل علم طبقہ سے نہیں ہیں اور دوسری طرف جو علماء ہیں، ان کے ہاتھوں میں حکومت و سلطنت کی باگ ڈور نہیں ہے، اسی لیے ان دونوں کو یکجا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

(الوحدۃ الاسلامیۃ لأبی زہرۃ ص:۲۴۱)۔

۲- اپنی قوم اور اپنے دین کے تئیں غیرت وحمیت رکھنے والے سیاستدانوں کو چاہئے کہ وہ مسلم ممالک کے مابین ہجرت وسفر کی سہولیات فراہم کرکے، غریب لوگوں کو مادی اور دیگر نوعیتوں کا تعاون پیش کرکے نیز اسی طرح کے دوسرے ممکنہ وسائل کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان مطلوبہ قربت پیدا کرنے کی سعی وجدوجہد کریں۔

۳-حسب استطاعت وامکانات مسلمانوں کے درمیان باہم قربت وتعلقات کے مسئلہ کا مرحلہ وار تدریجی حل پیش کیا جائے۔

بعض علماء نے اسلامی لیگ کے قیام کی تجویز پیش کی ہے، جس کی گہار اس سے قبل عثمانی خلیفہ سلطان عبد الحمید ثانی نے اس مقصد کے تحت لگائی تھی کہ یہ لیگ اقوام مسلم اور حکام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرسکے اور خود یہ لیگ شورائی نظام کے تحت کام کرتے ہوئے احکام شریعت کا نفاذ کرے، بعض دیگر حضرات مسلم ممالک کے درمیان ایک ایسا وفاق قائم کرنے کی تجویز کے حق میں ہیں جس کے ذریعہ ان ممالک میں آپسی تعاون ورابطہ کی فضا قائم ہو، اس سلسلہ میں اور بھی مشورے ہیں جنہیں یہاں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ یہاں ہماری گفتگو کا موضوع یہ ہے کہ اسلامی وحدت کے حصول کے لیے وہ طریقہ اور اسلوب اختیار کیا جائے جو مذکورہ بالا بنیاد اور اہداف ومقاصد سے متصادم اور ان کے خلاف نہ ہو، رہا خلافت کا حصول تو وہ اپنے آپ میں خود ایک الگ مقصد ہے (الوحدۃ الاسلامیۃ ص: ۲۵۲، ۲۵۳)۔

شاید یہ کہنا درست ہوکہ اسلامی مما لک کے درمیان معاشی یکجہتی وہم آہنگی اس کا بہترین وسیلہ ہوسکتا ہے؛ اقتصادی یکجہتی کی متعدد صورتیں ممکن ہوسکتی ہیں، جن میں نمایاں ترین یہ ہیں:

ا-مسلم مما لک کے درمیان مشترک بازار قائم کیا جائے ،کیونکہ باہمی تعاون کے اس طریقہ کار پر ایک اسکالر نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے: ''یہ ارکان مما لک کے درمیان قربت پیدا کرتا ہے، ان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرتا ہے، کسی سبب سے پیدا ہونے والے اختلافات کے امکانات کوکم کرتا ہے، اس قسم کے باہمی روابط کی بنیاد پر ارکان مما لک کے لئے آپسی اختلافات کو امن کی راہ سے حل کرنا ممکن ہوتا ہے، یہ باہمی تعاون ارکان مما لک کی اقتصادی پالیسیوں کو بتدریج ہم آہنگ کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اقتصادی سرگرمیوں کو بڑھانے اورانہیں ترقی دینے میں معاون ہوسکتا ہے'' (محمود بابلی-السوق الاسلامیۃ المشترکۃ ص:۱۴۲)۔

۲-تمام مسلم مما لک میں یکساں Currancy (سکے ،نوٹ) رائج کی جائے ،ایک کرنسی یا سکے کا رواج مسلمانوں کوایک دوسرے سے قریب کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگا۔

۳-اسلامی بینکوں کا قیام عمل میں لایا جائے اورانہیں تقویت پہنچا کر بڑے پیمانے پر فروغ دیا جائے ،جس سے سودی تجارتی بینکوں کی راہ مسدود ہوگی اور مسلمان سودی کاروبار پر مشتمل ان مغربی بینکوں سے بے نیاز ہوسکیں گے۔

☆☆☆

(۶)
راہِ وحدت کی رکاوٹیں

اس میں شک نہیں کہ اتحاد بین المسلمین یا وحدتِ اسلامی کی راہ میں بہت ساری دشواریاں اورسخت رکاوٹیں حائل ہیں، ان رکاوٹوں کو سمجھنا اور ان کا ادراک کرنا ضروری ہے تاکہ ان کا مناسب حل تلاش کرکے اوران سے بچنے کی راہ معلوم کرکے ان رکاوٹوں میں غالب آیا جاسکے، سابقہ تقسیم کے لحاظ سے اس راہ کی دشواریاں اقتصادی بھی ہیں، سیاسی بھی، معاشرتی بھی ہیں اور فکری بھی۔ ہم یہاں ان تمام دشواریوں کی نشان دہی درج ذیل نقاط کی شکل میں کریں گے:

الف۔فکری رکاوٹیں:

گذشتہ صفحات میں جوفکری مقاصد ہم نے بیان کیے تھے، ان میں درج ذیل باتوں کو ذکر کیا تھا۔

۱-اللہ کی طرف دعوت
۲-صحیح عقیدہ کی اشاعت
۳-شرعی علم کی اشاعت
۴-انسانیت کوتباہ کردینے والے باطل نظریات کی مخالفت
۵-غیرشرعی علوم کی بیخ کنی
۶-عربی زبان کی اشاعت

یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ ان مقاصد کے حصول کی راہ میں بے شمار دشوارگزار

چٹانیں حائل ہیں لیکن یہاں ہمیں صرف فکری رکاوٹوں سے سروکار ہے، اسی لیے انہی کا ذکر کیا جائے گا۔

۱- دعوت کی راہ میں مختلف مشکلات درپیش ہیں:

مثلاً: ایک سے زیادہ دعوتی طریقہ کار کا پایا جانا، اور بیشتر حالات میں اصلاحی تنظیموں اور داعیوں کے مابین نفرت ومخالفت کی حد تک اختلاف کا پایا جانا۔

مزید برآں اکثر علماء ودانشور دعوتی ذمہ داریوں کے تعلق سے عدم توجہی کا رویہ اختیار کرتے نظر آتے ہیں یا باہم مل کر حالات کا مثبت انداز میں مقابلہ نہیں کرنا چاہتے اور اس سلسلہ میں ہمیشہ منفی رویہ اختیار کیے رہتے ہیں۔

۲- صحیح عقیدہ کو عام کرنے کی راہ میں بڑی بڑی دشواریاں حائل ہوگئی ہیں:

الف- اکثر مفکرین، علماء اور داعیوں کی نظر سے سلف صالحین کا اصل طریقہ اوجھل ہو چکا ہے، اور وہ بدعت آمیز مناہج رواج پا گئے ہیں جو سلفِ صالحین کے نہج اور طریقے کے خلاف ہیں۔

یہ وہ اہم مسئلہ ہے جس نے جمہور امت مسلمہ کے سلف صالحین کے عقیدہ کو اجنبی اور ناپسندیدہ بنادیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے غلط عقاید کو معروف ومتداول بنادیا ہے۔

ب- بدعت، خرافات، جاہلانہ رسم و رواج یہاں تک کہ شرکیہ عناصر بہت سے مسلم ممالک میں اس قدر عام ہو چکے ہیں کہ انہی رسوم ورواج کو صحیح عقیدہ سمجھا جانے لگا اور صحیح کو غلط کا نام دیا جانے لگا۔

ج- اتنا ہی نہیں، بلکہ حق سے منحرف افکار کے بعض حاملین تو مسلح ہو کر سلف صالحین کے منہج کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں اور اس کی مخالفت میں اپنی پوری توانائی صرف کر رہے ہیں۔

☆باطل اصول ونظریات کی مخالفت کے ضمن میں فری میسن نظام، الحاد، سیکولرزم اور لادینیت جیسے نظریات آتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ان منفی نظریات کے حامیوں کی جدوجہد کے سامنے ہماری جنگ بودی وکمزور ثابت ہورہی ہے خواہ وہ تعلیم کا میدان ہو یا میڈیا اور ذرائع ابلاغ کا یا پھر فن وادب کا میدان ہو یا کوئی اور میدان، ہر جگہ ہماری جدوجہد بودی اور کمزور ثابت ہورہی ہے۔

☆غیر شرعی علوم مثلاً انسانی علوم اور تطبیقی علوم Humanities اور Technology کے قیام کے سلسلے میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مثلاً:

ان علوم کے قیام کے مسئلہ میں اکثر ادباء ومفکرین کی کوئی رائے ہے ہی نہیں، نیز ادباء و مفکرین اس کے ماخذ کی یا تو مخالفت کرتے ہیں یا اس کے اہداف ومقاصد میں شک کرتے ہیں۔

جبکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مخالفین حضرات طب اور اسی قسم کے دوسرے علوم سے زیادہ معاشی علوم یا ادب یا معاشرتی علوم کے قیام کے لئے سرگرداں ہیں۔

۳- عربی زبان کی اشاعت:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ یہ میدان عمل بھی مختلف دشواریوں کے درمیان محصور ہے۔ مثلاً:

الف- بعض بین الاقوامی سمجھی جانے والی زبانیں اس قدر عام ہوگئی ہیں کہ بعض مسلم ممالک میں بھی انہیں سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

ب- عربی زبان سے اس قسم کی باتیں منسوب کی جانے لگی ہیں کہ یہ زبان انتہائی مشکل اور پیچیدہ ہے۔

ج- مسلم عوام میں شرح ناخواندگی بڑھی ہے جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ بعض عوامی زبانیں بھی سرکاری زبان کا درجہ حاصل کرچکی ہیں، ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ انہیں فصیح عربی زبان کی اہمیت کا قائل کرنا آسان نہیں رہ گیا ہے۔

اس سلسلے میں ہم پر عائد ہونے والی ذمہ داری کے مقام ومرتبہ کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے، اگر چہ یہ ذمہ داری ہمہ پہلو ہے تا ہم لسانی اکیڈمیاں، علمی تحقیقی ادارے، لغات اور علومِ لسانیات میں اختصاص رکھنے والی یونیورسٹیاں اس بارگراں کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ان میں اتنی صلاحیت ہے کہ انشاء اللہ جب تک ان کے ارادے سچے ہیں، ان کے لیے اس راہ کی بیشتر دشواریوں کو ختم کر لینا اور ان سے بسلامت گزر جانا مشکل نہیں ہے۔

ب-معاشرتی دشواریاں:

آغاز ہی میں ہم بعض اہم معاشرتی مقاصد کا ذکر کر چکے ہیں جن میں سے بعض نمایاں ترین مقاصد یہ ہیں:

الف-مسلم اقوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنا

ب-جاہلانہ رسم ورواج کے خلاف برسرِ پیکار رہنا۔

ج-مسلم فرد اور معاشرے کی شخصیت وشناخت کی حفاظت کہ کہیں وہ اپنی شخصیت کو گم کر کے غیروں کی شخصیت اور شناخت میں نہ ڈھل جائیں۔

فرد اور معاشرے کے تعلق سے ان اہداف تک پہنچنے میں لازمی طور پر مشکلات درپیش ہوں گی۔

۱-مسلم اقوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنے میں درپیش مسائل:

اس راہ میں کئی ایک معاشرتی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان میں سے زیادہ نقصاندہ اور خطرناک یہ ہیں:

اکثر قبائل اور گروہوں میں آج بھی شدید قسم کی قومی، نسلی، وطنی اور اسی نوعیت کی عصبیت انتہاپسندی کی حد تک پائی جاتی ہے، اور جب تک باہمی ملاقاتوں، آپسی محبت وتعلقات

کی بنیاد پہ عصبیت ہوگی یہ تمام چیزیں جاہلیت کا عمل سمجھی جائیں گی، ہم اس بات کا مشاہدہ بہ آسانی کرسکتے ہیں کہ مختلف مسلم ملکوں میں وقتاً فوقتاً قومیت کے نعرے بلند ہوتے رہتے ہیں، جس کے وہ منفی نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ قلم انہیں بیان کرنے سے قاصر ہے۔

۲- جاہلانہ رسم ورواج کی وجہ سے درپیش مسائل:

معاشرتی فکری زندگی کے مختلف گوشوں میں خاص طور پر اور آپسی تعلقات کے سلسلے میں عام طور پر ہمارا جو بھی طرزِ عمل ہے ان کا بنیادی محرک یہی جاہلانہ رسم ورواج ہیں اور ان طرزِ عمل کے جو اثرات سامنے آرہے ہیں ان کے بارے میں کسی سوال کی گنجائش نہیں ہے، اسی لیے ان رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے ایک دوسرے سے معاملات کرنے میں کافی چوکس محتاط ہونا ہوگا تاکہ بڑے فتنے سر نہ اٹھاسکیں۔

۳- معاشرے اور فرد کی شخصیت کا تحفظ:

☆ معاشرہ اور فرد کی شخصیت کو دوسروں کے رنگ میں ڈھلنے سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس کی حفاظت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس راہ میں بھی کئی دشواریاں اور رکاوٹیں حائل ہیں جن میں نمایاں ترین یہ ہیں:

مسلمانوں کا دوسرے لوگوں سے میل جول بڑھا ہے، کیونکہ کرہ ارض نے ایک گاؤں کی شکل اختیار کرلی ہے اور تعلقات وروابط کے ذرائع بڑھ گئے ہیں۔

اس معاملے میں مغربی میڈیا سے کوئی بھی بازی نہیں مار سکا ہے، اس نے ہر گھر کو اپنی زد میں لے لیا ہے اور ہر فرد کے دماغ پر مسلط ہو چکا ہے الّا یہ کہ اللہ نے اپنی رحمت خاص سے کسی کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہو، اگر چہ ایسے لوگ بھی بہت تھوڑے سے ہی ہیں، مغربی میڈیا کے ذریعہ پھیلائے گئے، اس نیٹ ورک کے خلاف ایسے متعینہ اقدام کی ضرورت ہے جو اس موج تلاطم کے مقابلے میں با اثر اور کارگر ثابت ہوسکے۔

بہر حال یہ اور اس قسم کی دیگر معاشرتی رکاوٹیں چند امور کی متقاضی ہیں:

الف- ان عناصر کا گہرے اور بڑے پیمانے پر اجتماعی جائزہ لیا جائے اور مناسب حل تلاش کیا جائے۔

ب- ان مشکلات اور جاہلی عناصر کے مقابلہ کے لئے مصلحین اور غیرت مند اور خیر خواہ آگے آئیں اور جرأت مندانہ موقف اختیار کریں۔

ج- سیاسی دشواریاں:

سیاسی مقاصد کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

۱- مسلمانوں کی متحدہ قیادت

۲- ان کی شیرازہ بندی

۳- صفوں میں اتحاد

۴- جہاد

ان اہداف کو بھی، بہت سی رکاوٹوں اور اڑچنوں کا سامنا کیے بغیر اور خاص سے سیاسی رکاوٹوں کا سامنا کیے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا، اس وقت سیاسی رکاوٹیں ہی ہماری گفتگو کا موضوع بھی ہے۔

۱- مسلمانوں کی متحدہ قیادت:

دوسری صدی ہجری کے اوائل ہی سے امت میں ایک سے زائد امیر ہونے لگے اور مسلم ممالک کی تقسیم کا آغاز ہونے لگا، متحدہ قیادت وامامت خلفاء راشدین اور بنوامیہ کے پر امن دور میں تھی وہ آج تک ایک خواب بنی ہوئی ہے، ایک ایسا خواب جس کی تعبیر کو پورا ہوئے ہر صحیح العقیدہ مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔

یہ خواب ہنوز ایک خواب ہی ہے، ابھی بھی مسلمان اپنی خوش نما آرزوؤں اور ذہنی تصورات کے طفیل اس خواب کی تعبیر تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں

کر سکے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم ممالک میں حد درجہ انتشار پایا جاتا ہے، حکومتیں مختلف ہیں، ان کے دستور اور پالیسیاں مختلف ہیں، ان کے مقاصد جداگانہ ہیں سونے پر سہاگہ کہ ان کے درمیان آپس ہی میں شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول ان پر صادق آتا ہے:

"راحت مشرقة و رحت مغربا

شتان بين مشرق و مغرب"

(وہ مشرق کی طرف چلی گئی اور میں نے مغرب کا رخ کیا، اور مشرق ومغرب کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں ہے)۔

میں امید کرتا ہوں کہ اسے ناامیدی اور حوصلہ شکن تجزیہ نہیں سمجھا جائے گا، یہ میرا مقصد ہرگز نہیں ہے، بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ حالات دو اہم باتوں کے متقاضی ہیں:

ا- انجام اور نتیجے کے اعتبار سے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، اس لیے حقیقت میں اس مسئلہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اہمیت اسے دی جائے، انتہائی اہم ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ صبر وقربانی، خودسپردگی اور وقت کا متقاضی ہے۔

۲- یہ ممکن نہیں کہ کوئی حل اچانک سامنے آجائے اور پچاس ممالک دیکھتے ہی دیکھتے ایک سلطنت کے تحت چلنے لگیں، کیونکہ یہ بات اللہ کی سنت سے میل نہیں کھاتی، لیکن بہ طریق تدریج ہی کسی حل تک پہنچا جاسکتا ہے۔

۲- مسلمانوں کی شیرازہ بندی:

یہ بات عیاں ہے کہ دشمنان ملت اور خواہشات نفس نیز حرص وہوس کے پجاری یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی آواز تفریق کا شکار رہے، ان کی آراء جداگانہ اور ان کا شیرازہ منتشر رہے۔

اس کی ہم ایک زندہ وموجود مثال پیش کرتے ہیں، اسلامی قوانین کا نفاذ تمام مسلمانوں

کوہم آواز ومتحد کرنے کے فارمولے کا اہم ترین جز ہے اور اس کے نفاذ کا مسئلہ اسلامی ایوان میں مسلسل نظری وعملی اعتبار سے زیرِغور اور زیر بحث چلا آرہا ہے، لیکن نظریہ ساز قسم کے اور انتہائی اثر ورسوخ رکھنے والے بعض معارضین نے یہ شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ اس مسئلہ کے تعلق سے شبہات پر شبہات کو جنم دیتے ہیں اور بے بنیاد وبودے قسم کے دلائل کے ذریعہ شریعت اسلامی یا اسلامی قوانین کے نفاذ کی علی الاعلان تردید ومخالفت کرتے ہیں۔

جس ملک میں بھی یہ مسئلہ زیرِغور آتا ہے وہاں اسے اس قسم کے چیلینجز کا کھلے عام سامنا کرنا پڑتا ہے، اسے اس قسم کے سازشوں کے مقابلہ میں اللہ اپنی مدضرور بھیجتا ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق ایک اور مثال ملاحظہ ہو: مسلمانوں کے درمیان جب بھی کسی اہم مسئلہ پر باہمی تفاہم کی راہ نکلتی نظر آتی ہے، دشمن طاقتیں امت کا شیرازہ بکھیرنے اور ان کے اندر اضطراب وبے چینی پھیلانے میں مصروف ہوجاتی ہیں، اللہ تعالی نے سچ فرمایا:

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں، مگر اللہ اپنی روشنی مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو'' (التوبۃ: ۳۲)۔

۳-صفوں میں اتحاد:

اہمیت کے اعتبار سے یہ مسئلہ بھی مذکورہ بالا دونوں اہداف ہی کے ہم مثل ہے، اسی لیے جہاں بھی دشمن کو اسلامی اتحاد، چاہے وہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر کیوں نہ ہو، نظر آتا ہے تو مسلمانوں کی صفوں میں تفریق کی کوشش شروع کردیتا ہے، چنانچہ امت کا شیرازہ بکھیرنے اور ان کے اتحاد کو غبار آلود کرنے کی کسی بھی ممکنہ کوشش سے باز نہیں آتا۔ اس سلسلے میں امت کا ہمیشہ کا اصول یہ ہے کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو''۔ (اس پہلو سے ہمیں اس یوروپی کانفرنس کو نہیں بھولنا چاہئے جو ۱۹۰۷ء میں منعقد ہوئی تھی۔ برطانوی وزیر خارجہ کے زیر صدارت منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں یوروپ کے اہم اور نمایاں ترین سیاسی مفکرین شریک ہوئے تھے، وہاں جو فیصلے لیے گئے، ان میں ایک یہ فیصلہ بھی تھا کہ ایک ایسا لائحۂ عمل تیار کیا جائے جس کے ذریعہ شرق وسطی کے ممالک کے درمیان کوئی وفاق اور اتحاد نہ قائم ہونے دیا جائے۔ یہ

اس لیے ضروری ہے کہ اگر مشرق وسطی متحد ہو گیا تو وہ یوروپ کے لئے مستقل خطرہ بن جائے گا (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: قادۃ الغرب...... ۷۴-۷۷)۔

کبھی کبھی بعض دشمنان اس کا متبادل بھی سامنے لاتے ہیں اور بعض مسلمان اسے اختیار بھی کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر دشمنان اسلام کسی متعینہ بر اعظم میں اتحاد کی کوشش کرتے ہیں یا کسی مخصوص علاقہ میں اتحاد قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یا "اقوام متحدہ" اور نام نہاد "نیا عالمی نظام" کی شکل میں اتحاد کا متبادل سامنے لاکر اس کی نگرانی کرتے ہیں۔

۴- جہاد:

دور حاضر میں اسلام اور اس کے احکام پر سب سے زیادہ اعتراض کرنے والے مستشرقین اور ان کے متبعین کی نظر میں جہاد ایک نامانوس شرعی حکم ہی نہیں بلکہ قابل تردید ہے، مستشرقین نے اپنے اس اعتراض کو اتنا عام کر دیا کہ اب جہاد کو عملی شکل دینا مشکل ترین امر بن گیا ہے۔

جب بعض مسلم علاقوں جیسے افغانستان، اور فلسطین وغیرہ میں جہاد کا اعلان کیا گیا تو پوری طرح اس کے نفاذ کے خلاف خود مسلمانوں اور غیر مسلم طاقتوں کی جانب سے ایک نہ ختم ہونے والی رکاوٹوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

شاید کہ بوسنیا اور ہرزے گووینا کے مسئلہ میں اس حقیقت کی بڑی دلیل پوشیدہ ہے کہ مسلمان قیادت کی سطح پر جہاد کا اعلان کرنے یا جہاد کا علم بلند کرنے پر بالکل ہی قادر نہیں ہیں۔ لیکن ممکن ہے اللہ تعالی اس کے بعد کوئی نئی صورتحال پیدا فرمادے۔

دوسری قسم کی دشواریوں پر توجہ مرکوز کرنے سے پہلے اس حقیقت کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ سیاسی رکاوٹیں دور کرنے کے لیے طویل محنت اور جہد پیہم کی ضرورت ہے۔

د- مادّی دشواریاں:

مادی اہداف مقاصد سے بھی ہم بحسن خوبی واقف ہو چکے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ہم اپنی

قوت میں اضافہ کریں تا کہ دشمنوں پر ہمارا رعب و دبدبہ قائم ہو نیز بشری اور قدرتی سروسامان سے لطف اندوز ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان اہداف ومقاصد کے بالمقابل جو رکاوٹیں حائل ہیں، انہیں زیر کرنا اوران پر قابو پانا نسبتاً آسان ہے۔ واللہ اعلم۔

مسلمان ان مقاصد کو صرف اس وقت ہی پا سکتے ہیں جبکہ ان کی نیتیں درست اور سچی ہوں، مزید برآں جن دشواریوں کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ ایک تلخ حقیقت ہے اس کا اعتراف تو کرنا ہی پڑے گا، نیز ان رکاوٹوں پر قابو پانا اگر چہ بہت مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے، بلکہ جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ان کے لئے یہ کام انتہائی آسان ہے۔

"لأستسهلن الصعب أوْ أدرک المنی

فما انقادت الآمال الا لصابر"

(مجھے دشواریاں لازماً آسان لگنے لگیں گی، یا میں اپنی آرزوں اورتمناؤں کو پالوں گا۔ کیونکہ امیدیں اور آرزوئیں صابر شخص کی ہی پوری ہوتی ہیں)۔

گزشتہ اوراق میں جو وسائل بیان کیے گئے ہیں وہ اہداف کے حصول اور رکاوٹوں پر قابو پانے کے سلسلے میں واضح رہنمائی کرتے ہیں۔ البتہ یہاں جس چیز کی طرف تاکید کے ساتھ اشارہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انسان نتائج کے لیے جواب دہ نہیں ہے بلکہ اس سے مطالبہ صرف عمل کرنے اور کرتے رہنے کا ہے۔

"علی المرء أن یسعی إلی الخیر جهده

ولیس علیه أن تتم المقاصد"

(انسان کے لیے ضروری یہ ہے کہ وہ خیر وبھلائی کے لیے جد وجہد کرتا رہے۔ یہ اس کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اپنی جد وجہد کے مقاصد کو بھی حاصل کر ہی لے)۔

☆☆☆

دوسرا باب

تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اتحاد ووحدت کا اثر

وحدت اسلامی اور تہذیبی چیلنجز

تمہید:

وحدت اور اتحاد اسلامی کا مختصر اور جامع تصور ہمارے علم میں آچکا ہے۔ نیز ہم یہ بھی جان چکے ہیں کہ اس کا مفہوم کیا ہے، شریعت میں اس کا کیا مقام ومرتبہ ہے، یہ بھی ہمارے سامنے آچکا ہے کہ اس کی بنیادیں اس کے مقاصد اور اس کے حصول کے ذرائع اور وسائل کیا ہیں اور آخر میں یہ کہ راہ اتحاد میں کیا کیا رکاوٹیں حائل ہیں اور ان پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے، یہ سب باتیں گزشتہ صفحات میں معلوم کرچکے ہیں۔

اگر یہ وحدت مکمل طور پر- یا جزوی طور پر ہی سہی- حاصل ہوجائے تو لازمی طور پر ان تہذیبی چیلنجز کے مقابلے میں خاطر خواہ نتائج رونما ہوں گے جو امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔

یہاں اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ امت مسلمہ ہر سطح پر خوفناک چیلنجز سے دوچار ہے اور یہ چیلنجز نئے نہیں ہیں، بلکہ اتنے ہی قدیم ہیں جتنی قدیم حق وباطل کے درمیان کشمکش ہے۔

جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ چیلنجز ایک مسلمان کو ان تکلیف دہ حالات کے سامنے عاجزی ودرماندگی کے ساتھ جھک جانے پر مجبور کردیں گے، یا مسلمان انفرادی حیثیت میں ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی ہمت وطاقت نہیں رکھتا، یا یہ سمجھتا ہے کہ کشمکش کے اس میدان میں فرد مسلم کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، وہ شخص انتہائی غلطی پر ہے اس لیے کہ فرد کی طاقت وقوت دوسرے افراد کے ساتھ مل کر ایک مکمل معاشرہ کی طاقت وقوت کے برابر ہوجاتی ہے۔

تہذیبی چیلنجز کے مقابلے میں وحدت اسلامی کے جو اثرات سامنے آتے ہیں، چیلنجز کی سابقہ درجہ بندیوں کے مطابق انہیں درج ذیل ابواب میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)
فکری چیلنجز اور وحدت

بلاشبہ امت مسلمہ منظم منصوبہ بند فکری چیلنجز سے دوچار ہے، ان کے ذرائع، طریقہ کار اور شکلیں اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے یا ملتے جلتے ہیں اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کردیا جائے اور ان کے ذہنوں میں اپنے ہی دین ومذہب کے تعلق سے شبہات پیدا کردیے جائیں، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ''تم سے یہودی اور نصرانی ہرگز اس وقت تک راضی نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم ان کی ملت کو اپنا نا لو، کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے'' (البقرۃ:۱۲۰)۔

''ان کی تو خواہش یہی ہے کہ جس طرح کے کافر وہ ہیں تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر تم اور وہ یکساں ہوجائیں'' (النساء:۸۹)۔

''نہ تو اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور نہ مشرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے'' (البقرۃ:۱۰۵)۔

''وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مداہنت کرو تو یہ بھی مداہنت کریں'' (القلم:۹)۔

فکری چیلنجز درج ذیل ہیں:

۱-عیسائی بنانا۔ لوگوں کو عیسائی بنانے کی کاوشیں بڑے پیمانے پر انجام دی جارہی ہیں اور خاص کر مسلمان ان کا نشانہ ہیں تقریباً ہر ملک کے گوشے گوشے میں ایسے مسیحی ادارے اپنا جال

بچھا چکے ہیں اور یہ سرگرمیاں چھپ کرنہیں بلکہ برسر عام انجام دی جارہی ہیں بلکہ بعض مسلم ممالک میں یہ ادارے اپنی سرگرمیوں کی بنا پر کافی مشہور بھی ہو چکے ہیں۔ البتہ بعض مسیحی ادارے اپنی سرگرمیاں خفیہ طور پر بھی انجام دیتے ہیں جس میں وہ مکر وفریب کے طریقے اپناتے ہیں (مزید مطالعہ کے لیے "التبشیر وأثرہ علی البلاد العربیۃ الإسلامیۃ" از ڈاکٹر احمد الرساطی ملاحظہ فرمائیں)۔

۲- استشراق: اس کے تحت بظاہر علمی نوعیت کی سرگرمیاں انجام دی جاتی ہے لیکن حقیقتاً ان سرگرمیوں کا مقصد یہودیت یا عیسائیت کی خدمت ہوتا ہے۔

۳- ملحد یہودی ادارے: جیسے فری میسن تحریک، اور وجودی تحریک (یہ دونوں عیسائی مشنری کے نام ہیں)۔

۴- سیکولرزم یعنی لادینیت کی لہر۔

۵- بے ہودہ اور من گھڑت افکار وخیالات جنہیں مسلم معاشرے میں موجود بہت سے گروہ اختیار کرتے جارہے ہیں۔

۶- تعلیم وتربیت کے نظام کو مغرب زدہ کرنے کی کوششیں۔

۷- روشن خیالی کے نام سے موسوم لہر جسے اسلام کی دعوت واسلامی کے مقابلہ میں سیکولر ذہنیت کے افراد پھیلاتے رہتے ہیں۔

یہ وہ چیلینجز ہیں جن سے فکر سلیم رکھنے والے داعیان، مصلحین، علماء اور مفکرین کو سامنا ہے، ان کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ یکسوئی کے ساتھ منظم اور مخلصانہ جدوجہد کیا جائے۔

جب تک امت کے علماء اور مصلحین باہم متفرق رہیں گے اس وقت تک ان چیلنجز پر غالب آنا ناممکن ہے، افراد امت کے درمیان باہمی تعاون کی فضا، آپسی تعلقات اور اتحاد ہی میں اللہ کی مدد سے ان چیلینجز کا مقابلہ کرنے اور ختم کرنے کی صلاحیت ہے، یہ صفات امت کے اندر پیدا ہو جائیں تو ضرور صورتحال پوری طرح سے بدل جائے گی۔ اسلام اور داعیان اسلام پھر سے ایسی زبردست فکری قوت کے حامل ہو جائیں گے جس کے سامنے شر اور باطل کی طاقتیں

سرنگوں ہوجائیں گی۔

مسلمانوی کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ دس صدیوں سے بھی زیادہ عرصے تک ان کی قوتیں متحد تھیں، ان کی سلطنت ایک تھی یا مختلف ہوکر بھی ایک ہی سلطنت معلوم ہوتی تھی۔ مسلمانوں کی تاریخ کا یہ وہ دور تھا کہ ان کے افکار کو، اگرچہ ان پر تاریکی چھانے لگی تھی، علم و ثقافت کے مختلف میدانوں میں رہنما افکار کا درجہ حاصل تھا، کچھ خارجی افکار اگر ان کے درآئے بھی تھے تو ان کو زیادہ پھیلنے اور اپنا دائرہ وسیع کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا بلکہ وہ بعض وقتوں اور بعض شہروں وعلاقوں تک ہی محدود ہے۔

☆☆☆

(۲)
معاشرتی چیلنجز اور وحدت

امت کو لامتناہی چیلنجز کا سامنا ہے یہاں تک کہ اسے خود اپنے گھر میں بھی ان سے چھٹکارا نہیں ہے، جن کی واضح ترین مثال وہ معاشرتی چیلنجز ہیں جو امت کو درپیش ہیں:

جماعت مسلمین کے اندر موجود بعض نا مانوس حالات وواقعات میں مسلمانوں کے معاشرتی مسائل اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں فرد، خاندان، قبیلہ، چھوٹی بڑی سوسائٹی کوئی بھی ان سے اچھوتا نہیں رہا، یہاں تک کہ باہمی تعلقات پر بھی ان کا اثر ہے۔

شاید سخت ترین چیلنج اگر کوئی ہے تو وہ مغرب کے وہ معاشرتی افکار ونظریات ہیں، جنہیں مسلمانوں کے درمیان عام کر دیا گیا ہے، مثلاً فرد کی بے مہار آزادی، ہر چیز میں عورت اور مرد کی برابری کا دعوی، غیروں کی مشابہت اختیار کرنا اور اسی قسم کے دیگر برائیاں اور فتنے جو انہی افکار کے طفیل سماج میں پیدا ہو رہے ہیں جن میں سے درج ذیل برائیاں قابل ذکر ہیں:

☆ کفر وعصیان اور فسق وفجور پر مبنی مختلف قسم کی سرگرمیوں کا رواج پانا۔

☆ کھلے عام کفر کا اظہار۔

☆ جنسی بے راہ روی کا عام ہونا اور یہ ساری چیزیں انسان کی انفرادی آزادی کے نام پر انجام پا رہی ہیں۔

☆ عورت کا اپنی مرضی سے جب چاہے گھر سے باہر نکلنا۔

☆ عورت کا جس کے ساتھ دل چاہے تعلقات رکھنا۔

☆عورت کا اپنی مرضی سے جس شعبے میں چاہے کام کرنا۔

☆ تعدد ازواج اور طلاق کی مخالفت اور یہ ساری سرگرمیاں عورت ومرد کے درمیان مساوات اور عورت کی آزادی کے نام پر انجام دی جارہی ہیں۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں جاہلی رسوم ورواج نے اپنی جڑیں مضبوطی سے جمالی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے خود کو مطلق طور پر غیروں کی غلامی اور ماتحتی میں دے دیا ہے۔

مصلحین کے لئے ان معاشرتی مسائل کا سد باب مشکل ہی نہیں بلکہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ افر اد امت کے درمیان باہمی تعاون، تعلقات اور اتحاد نہ ہو، اگر معاشرہ کے افر اد کے درمیان باہمی تعاون اور افہام وتفہیم کا جذبہ پیدا ہوجائے تو تمام فتنے اور برائیاں ختم ہوجائیں، ان کے سوتے بند اور ذرائع کا نام ونشان مٹ جائے اور ان کی جگہ اچھائیوں اور نیکیوں کا بول بالا ہونے لگے، اور اخلاق کریمہ عام ہوجائیں، اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم (امر بالمعروف) اور برائیوں سے روکا (نھی عن المنکر) جائے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ہی اسے اسلام میں ایک اہم رکن اور ستون کا درجہ حاصل ہے، اس کے حق میں جابجا نصوص قطعیہ موجود ہیں۔فرمان الٰہی ہے:

’’مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار معاون اور) دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالی بہت جلد رحم فرمائے گا، بیشک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے‘‘ (التوبۃ:۷۱)۔

ایک دوسرے کو رفیق سمجھنا، باہم مدد کرنا، معروف کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا، یہی مومنین کی صفات ہیں، اسی لیے معاشرتی چیلینجز کا مقابلہ کرنے کے ضمن میں باہمی تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور باہمی اتحاد موثر کردار ادا کرتے ہیں۔

(۴)

سیاسی چیلنجز اور وحدت

یہ چیلنجز کی وہ قسم ہے جس کا مشاہدہ عوام سب سے زیادہ کھلی آنکھوں سے کرتے ہیں۔ دشمنان اسلام اسلام اور اس کے متبعین کو چوٹ پہنچانے میں کوئی بھی کسر باقی نہیں رکھنا چاہتے۔

فرمان الٰہی ہے: ''ان کے وعدوں کا کیا اعتبار در اصل وہ اگر تم پر غالب آ جائیں تو نہ قرابت داری کا خیال کریں، نہ عہد و پیمان کا، اپنی زبانوں سے تو یہ تم سے راضی لگتے ہیں لیکن ان کے دل نہیں مانتے، ان میں سے اکثر تو فاسق ہے'' (التوبہ: ۸)۔

> ''چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو نامنظور ہے (ہر صورت) بجز اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے، خواہ کافروں کو (کیسا ہی) ناگوار گزرے'' (التوبہ: ۳۲)۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ہر جانب سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا اس دن ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس دن تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حیثیت سمندر کے جھاگ کی مانند ہوگی، تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب و دبدبہ ختم ہوجائے گا اور تمہارے دلوں پر کمزوری طاری ہوجائے گی۔ کہتے ہیں ہم نے دریافت کیا کس قسم کی کمزوری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور

موت سے کراہیت'' (مسند امام احمد: ۵/ ۲۷۸)۔

علامہ ملا علی قاری اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عنقریب قومیں ٹوٹ پڑیں گی'' کا مطلب یہ ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ گمراہ اور کافر قومیں تم پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی، ایک دوسرے کو تمہاری ہمت اور رعب دبدبہ کو ختم کرنے اور تمہارے خلاف جنگ کے لئے ابھاریں گی۔

''جس طرح بھوکے ٹوٹ پڑتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے والے دستر خوان پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں تاکہ وہ مل جل کر بلا روک ٹوک تناول کر سکیں، چنانچہ وہ اس سے بلا کسی تکلف ولحاظ کے جس طرح چاہتے ہیں نوش کرتے ہیں'' (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۱۰/ ۹۸)۔

حقیقت یہی ہے کہ آج مسلمانوں کے حالات اس حدیث کا مصداق بن گئے ہیں۔ مسلمانوں کی اس کربناک صورت حال کی مزید وضاحت وتفصیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مختصر یہ ہے کہ یہ وہ مسلمان ہیں جو اکثر ملکوں میں ملت کے دشمنان کی جانب سے گمراہ کن نعروں کے پس پردہ اقوام متحدہ کے نام پر، انسانی حقوق کی رپورٹ کے نام پر اور تیسری دنیا کے نام سے معروف مسلم ممالک میں جمہوریت کے قیام کے نام پر سیاسی چیلنجوں کا سامنا کر رہے ہیں۔لیکن یہی مسلمان ان چیلنجوں کا جواں مردی سے مقابلہ کرنے کے بجائے عاجز و درماندہ کھڑے ہیں۔

جب تک مسلمان خود کو باہم ایک دوسرے کا تعاون کرنے پر آمادہ نہیں کر لیتے، آپسی تعلقات استوار نہیں کر لیتے اور باہم متحد نہیں ہو جاتے تب تک یہ صورتحال باقی رہے گی اور وہ یونہی عاجز و درماندہ بنے رہیں گے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ''تم آپس میں مت لڑو ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی'' (الانفال: ۴۶)۔

اگر اب بھی مسلمان باہم تعاون اور ایک دوسرے کی پشت پناہی کرنے لگیں تو مادی کمزوری کے باوجود بھی وہ اپنی منزل کو پا سکتے ہیں۔ انگریزی کا مشہور مقولہ ہے کہ ''جب کمزور

اشیاء یکجا ہوجائیں تو وہ طاقت ور ہوجاتی ہیں''۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جب صدیوں تک مسلمان ایک دوسرے کے پشت پناہ، ایک دوسرے کے معاون اور باہم متحد تھے، دنیا نے اپنے دروازے ان پر کھول رکھے تھے جن کے اندر وہ پورے وقار کے ساتھ اس طرح داخل ہوئے کہ عزت وشوکت کے باوجود تواضع اور انکساری کا دامن نہیں چھوڑا تھا، اسی وجہ سے دنیا کے ذہن ودماغ پر فتح حاصل کی، لوگوں کے دل اللہ کے نور اور اس کی ہدایت کو خوش آمدید کہنے کے لیے فرش راہ ہوگئے، کفر کو ذلت ملی اور کافروں نے خود آگے بڑھ کر اسلام کو گلے سے لگایا، اور یہ صرف ایک صدی کا ہی واقعہ نہیں ہے بلکہ عباسی حکمرانوں اور سلطنت عثمانی کے دور تک مسلمانوں کا یہی رعب ودبدبہ قائم رہا۔

پھر جب مسلمان انتشار کا شکار ہوئے ان کی سلطنتیں الگ الگ ہوگئیں اور ان کی وحدت جو خلافت کے نام سے قائم تھی، پارہ پارہ ہوگئی، تو وہ اس مقام کو پہنچ گئے جہاں انجام کار انہیں پہنچنا ہی تھا۔

معن بن زائدہ نے کیا خوب کہا ہے:

"کونوا جمیعا یا بنی إذا اعتری
خطب ولا تتفرقوا أفرادا
تأبی الرماح إذا اجتمعن تکسراً
وإذا افترقن تکسرت آحادا"

(اے میرے بیٹو! جب مصیبت نازل ہوتو تم سب متحد ہوجانا، مل کر اس کا مقابلہ کرنا اور الگ الگ مت ہوجانا۔

جب نیزے باہم ایک ساتھ ہوں تو توڑے نہیں جاسکتے اور اگر وہ الگ الگ ہوجائیں تو ایک ایک کرکے ٹوٹ جائیں گے)۔

☆☆☆

(۴)
مادی چیلنجز اور وحدت

امت اسلامیہ کو واقعتاً ایک کے بعد دوسرے چیلنج کا سامنا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مادیت کی دنیا کا میدان بذات خود ایک قسم کا چیلنج ہے۔ اس کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ سراسر غلطی پر ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کی حیثیت ذیلی اور ضمنی ہے اور اس کا مسلمانوں کی زندگی پر کوئی مثبت یا منفی اثر نہیں پڑتا، کیا کوئی شخص معیشت کی اہمیت اور تہذیبی ترقی میں اس کے کردار سے انکار کرسکتا ہے؟ کیا کارخانوں اور تجارت کا انکار ممکن ہے؟ کیا ترقی یافتہ انتظامی طریقہ کار کی اہمیت سے کوئی انکار کرسکتا ہے؟ ظاہر بات ہے، کوئی بھی ان کا انکار نہیں کرے گا، ان میں کا ہر پہلو اہمیت کا حامل ہے۔

"ولیس یصح فی الأذهان شیٔ
إذا احتاج النهار إلی دلیل"

(اگر کوئی شخص دن کو دن ثابت کرنے کے لئے بھی دلیل کی محتاج ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دماغ کا کوئی بھی کل پرزہ اپنی جگہ درست نہیں ہے)۔

مسلم ممالک کے نقشے پر غور کرنے والا آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ پس ماندہ اور غیر ترقی یافتہ قوموں میں سب سے زیادہ تعداد تیسری دنیا کے نام سے معروف ممالک کی ہے۔

اس ضمن میں درج قسم کے چیلنجز امت کو درپیش ہیں:

۱- اکثر مسلم ممالک میں انتہائی درج کی غربت کا پایا جانا۔

۲-غیر معمولی نوعیت کے بڑے بڑے قرضے جن کا شمار بھی مشکل ہے، بلکہ روز بروز ان قرضوں میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

۳-زراعتی و صنعتی میدانوں میں مسلمانوں کی پسماندگی۔

مسلمانوں کے درمیان معاشی یکجہتی کی جن صورتوں کا ہم نے ذکر کیا؟ وہ ان چیلینجز کا مقابلہ کرنے اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو مضبوط پوزیشن عطا کرنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔

☆☆☆

خاتمہ

ہر آغاز کا اختتام ہوتا ہے، اسی لیے میں بھی اس مقالہ کا اختتام چند تنبیہات اور امیدوں پر کروں گا، جہاں تک تنبیہ کا سوال ہے تو وہ اسی موضوع سے متعلق ایک اہم ترین مسئلہ کی ہے۔

بعض لوگ اتحاد، باہمی الفت وقربت کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو عام انسانی اقدار ہیں، اس لیے بلاتفریق قوم وملت مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی ملحد ومشرک، پوری انسانیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپس میں ان اقدار کا پاس ولحاظ رکھیں، اس نظریے کی بنیاد پر یہ لوگ پُر امن زندگی، بین الاقوامی خاندان، گلوبلائزیشن مخلوط تہذیب، مذہبی یکجہتی جیسے نعرے بلند کرتے رہتے ہیں جو دراصل مشتبہ اور ناپسندیدہ سمجھی جانے والی تنظیموں کی پیداوار ہیں اور شاید اس قسم کے نعروں میں جدیدترین نعرہ جدید عالمی نظام New World Order ہے۔

کیا یہ نعرے بلند کرنے والے مسلم افراد اس سے ناواقف ہیں کہ یہ نعرے ان نعروں میں سے ہیں جو دراصل لادینیت کا پلندہ ہیں؟ کیا یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ ہے کہ ان نعروں کا مقصد اپنے علاوہ دیگر ادیان کو نیست ونابود کرنے کی سازش کو عملی جامہ پہنانا ہے؟

اگرچہ اس سازش اور اس فکر کا عملی روپ اختیار کرلینا محال وناممکن ہے، لیکن حیرت وافسوس کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس سازشی فکر پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے پیچھے دُم ہلائے بھاگتے پھرتے ہیں اور اس کے زہر کو مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

کبھی کبھی یہ نعرے خالص انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں جن کا مقصد ومدعا دین

ومذہب سے صرف نظر، زندگی کے امور میں تعاون کرنا ہوتا ہے لیکن دراصل ان کی حقیقت اور مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ زندہ ضمیر اور مومن دل رکھنے والے افراد کو میں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس طرف توجہ مبذول کریں اور انہیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ دشمنوں کے مکر فریب سے بچنے کے لیے ہوشیار رہیں اور اس سے دفاع کا انتظام کر کے رکھیں۔

''اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ مردہ اہل قبر سے کفار نا امید ہو چکے ہیں'' (الممتحنۃ:۱۳)۔

☆ علماء و داعیانِ اسلام سے چند امیدیں:

آپ امت کی شان ہیں، لوگوں کے لئے اسوہ ہیں اور ان کی اصلاح کرنے نیز انہیں صحیح راہ سے روشناس کرانے والے ہیں، شک وریب، نا امیدی، نزاع اور اختلافات کے مواقع پر آپ ہی ان کے مرجع وماوی ہیں۔

''ما الفضل إلا لأهل العلم إنهم

على الهدى لمن استهدى أدلاء''

(صاحب علم کو دلائل وبراہین کے ذریعہ ہدایت تلاش کرنے والے پر صرف اس لئے فضیلت حاصل ہے کیونکہ صاحب علم خود ہدایت پر ہوتا ہے)۔

کیا امت کے مسائل سے آپ کی کنارہ کشی کے باوجود بھی مسلمانوں کو ہم آواز کرنے اور ان کی صفوں میں اتحاد دلانے کی ہماری آرزو بارآور ہوسکتی ہے؟

ہرگز نہیں۔

کیا آپ اس بات کے آرزومند ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت ہو جبکہ آپ

خود اختلافات کے شکار رہیں؟

ہرگز نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ہی کے ہاتھوں اس کام کا آغاز ہونا ہے اور آپ ہی کے ذریعہ اسے مرحلۂ تکمیل تک پہنچنا ہے، اگر آپ اس کے لیے مستعد و کمر بستہ ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے، اور یہ اس کا کام ہے کہ وہ مسلمانوں کو حق کی آواز پر متحد و یک آواز کردے، مسلمانوں کے دلوں میں محبت و الفت پیدا کردے۔

☆☆☆

خلاصہ

نیکی اور تقوی کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان اتحاد، آپسی محبت و الفت اور باہمی تعاون شریعت کے لازمی مقاصد میں سے ہیں۔شریعت آئی ہی اسی لیے ہے کہ ان خصوصیات و اوصاف کو دلوں میں جاگزیں کردے اور واقعات کی دنیا میں انہیں تقویت بخشے، جب مسلمان حقیقی معنوں میں ایک امت کی شکل میں تھے ان کا عہد ایک تھا اور ان کی منزل ایک تھی تو وہ آپسی قربت ہی کے نہیں بلکہ اتحاد و اجتماعیت کے سب سے زیادہ حقدار بن کر رہے۔

لیکن آج دور حاضر میں یہ قدار محض خواب بن گئی ہیں، ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی مسلمان قائم نہ رہ سکے، اللہ بچائے! اب ذہن ان کا صرف تصور کرسکتا ہے، خواب دیکھ سکتا ہے یا پھر مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں کی تاریخ میں اس کا ذکر پا سکتا ہے۔

ہاں! وحدت کے چند ستون ضرور باقی رہ گئے ہیں جو حقیقی اور مکمل اتحاد کی طرف دوبارہ مسلمانوں کو لوٹا سکتے ہیں اور وہ ہیں قبلہ، حج اور اسلام سے نسبت کا اظہار۔

تو کیا مسلمانوں کے ارباب حل وعقد اور صاحب عقل وہوش افراد اس حقیقی وحدت کو دوبارہ لانے کی قوت رکھتے ہیں؟ دراصل یہی ہماری آرزو ہے۔

یہ مختصر بحث مسلمانوں کے درمیان وحدت کا مکمل و جامع تصور پیش کرنے کی ایک کوشش ہے، اس میں وحدت کا مفہوم، اس کی اہمیت، اس کی بنیادیں، مقاصد، اس کے حصول کے ذرائع، اس کی راہ میں آنے والی رکاوٹیں، پھر اس وحدت کے تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ پر پڑنے والے اثرات پر بحث کی گئی ہے۔

یہ تہذیبی چیلنجز مسلم معاشرے میں ہر سطح پر ہمیں درپیش ہیں:

امید ہے کہ یہ بحث اس اہم مسئلہ پر غور وخوض کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

☆☆☆